دنیا سے آدمی کا حصہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

《 لَيْسَ لِابْنِ اٰدَمَ حَقٌّ سِوٰى هٰذِهِ الْخِصَالِ: بَيْتٍ يَسْكُنُهُ، ثَوْبٍ يُوَارِيْ بِهٖ عَوْرَتَهُ، اَوْجِلْفِ الْخُبْزِ وَالْمَاءِ 》

[الترمذی: ۲۳۴۱ الزهد وصححه هو والحاكم]

”ان تین چیزوں کے علاوہ ابن آدم کا یہاں کوئی حق نہیں:

① ......گھر، جس میں وہ رہائش رکھے۔

② ......اتنا کپڑا، جس سے وہ اپنا ستر ڈھانپ سکے۔

③ ......روٹی کا ٹکڑا اور پانی۔

اقرار ویقین کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے

(۳۶)...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

ہم رسول اللہ ﷺ کے گرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے ہمارے ساتھ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اٹھ کر کہیں تشریف لے گئے تو دوبارہ واپس تشریف لانے میں دیر کردی۔ ہم ڈر گئے کہ آپ ہماری غیر موجودگی میں کہیں مار نہ دیئے جائیں تو ہم گھبرا گئے اور کھڑے ہو گئے۔ گھبرا جانے والوں میں پہلا شخص میں تھا تو میں آپ کو تلاش کرنے نکل کھڑا ہوا۔ آخر میں انصار میں سے بنو نجار کے ایک باغ میں پہنچ گیا۔ تو میں اس کی دیوار پر چڑھ گیا اور تلاش کرنے لگا کہ کیا اس کا کوئی دروازہ بھی ہے یا نہیں۔ تو مجھے اس کا کوئی دروازہ نہ ملا اچانک میں نے دیکھا کہ بنو خارجہ کے کنویں سے باغ کے اندر ایک نالہ جاتا تھا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سکڑ کر اندر چلا گیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا تو آپ نے فرمایا ابو ہریرہ ہیں؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ ابو ہریرہ کہتے ہیں میں نے جواب دیا آپ ہمارے درمیان تھے تو آپ اٹھ کر چلے گئے پھر آپ نے واپس تشریف لانے میں دیر کردی تو ہم ڈر گئے کہ آپ ہمارے موجود نہ ہوئے ہوئے مار نہ دیئے جائیں تو ہم گھبرا گئے۔ سب سے پہلے میں گھبرایا تو میں اس باغ میں لومڑی کی طرح سکڑ کر اندر چلا آیا یہ تمام لوگ میرے پیچھے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! اور آپ نے مجھے اپنے جوتے دیئے اور فرمایا میرے یہ جوتے لے کر جاؤ تو اس باغ سے باہر جو بھی تمہیں ملے جو یہ گواہی دے رہا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور دل سے اس پر یقین بھی رکھتا ہو تو اس کو جنت کی بشارت دے دو تو سب سے پہلے میں جس کو ملا وہ عمر رضی اللہ عنہ تھے وہ کہنے لگے اے ابو ہریرہ! یہ کس طرح کے جوتے ہیں میں نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کے جوتے ہیں آپ نے مجھے یہ دے کر بھیجا ہے کہ جس کو بھی ملوں جو شخص دل سے یقین کرتے ہوئے یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں تو میں اس کو جنت کی بشارت دوں تو عمر نے میرے سینے میں مارا تو میں اپنے سرینوں کے بل گر پڑا۔ انھوں نے فرمایا اے ابو ہریرہ! نبی ﷺ کے پاس واپس جاؤ تو میں بلند آواز سے رونے لگا عمر رضی اللہ عنہ بھی پیچھے تیزی سے آرہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہ! کیا بات ہے تو میں نے کہا میں عمر کو ملا تو انھیں وہ چیز بتائی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا تو انھوں نے میرے سینے میں ایسا مارا کہ میں اپنے سرینوں کے بل گر گیا اور کہا کہ واپس چلے جاؤ۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! تم نے جو کیا اس پر تمھیں کس چیز نے آمادہ کیا۔ انھوں نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا آپ نے ابو ہریرہ کو اپنے جوتے دے کر اس لیے بھیجا تھا کہ جو شخص دل سے یقین کرتے ہوئے یہ گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں تو اس کو یہ جنت کی بشارت دے دیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ اس طرح نہ کریں کیوں کہ مجھے ڈر ہے کہ لوگ صرف اس کے زبانی کہنے پر بھروسہ کرلیں گے اس لیے انھیں چھوڑ دو تاکہ یہ عمل کریں۔ نبی ﷺ نے فرمایا تو انھیں چھوڑ دو یہ عمل کرتے رہیں۔ [مسلم: ۳۱]

فہرست

آخرت کی زندگی

﴿ وَ مَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ ط وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لا لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [العنكبوت: ٦٤]

''یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور بہلا وہ ہے اور آخرت کا گھر ہی حقیقی زندگی ہے کاش کہ یہ لوگ جان لیں۔''

عوامی مقبولیت

سہل بن سعد کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو فرمایا:

اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِيْمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ .

[ابن ماجه: ٤١٠٢ صحيح بشواهده]

''دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے رغبتی اختیار کرو لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔''

چاند دیکھنے کی دعا

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رَأَى الْهِلَالَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ ـ

[الترمذی: ٣٤٥١ له شواهد صحيح بعضها ابن حبان]

''طلحہ بن عبیداللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب چاند دیکھتے تو یوں دعا کرتے:

اے اللہ! ہم پر اس کو امن وایمان اور سلامتی واسلام کے ساتھ طلوع فرما۔ میرا رب اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔''

.... ابتدائے جمہوریت

.... ہوتا ہے کیا؟

اداریہ حافظ احمد شاکر

تخلیق آدم سے لے کر اب تک اور اب سے قیامت تک نبی ﷺ ہی وہ ذاتِ گرامی ہیں جن کی محبت ہر مسلمان کے ایمان کا جزو اور ان کی اطاعت ایمان کی علامت ہے۔ حدیث نبوی ہے: ((لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین)) ''کہ تم میں سے اس وقت تک کوئی مومن ہی نہیں ہوسکتا جب تک میں اُس کے نزدیک اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔'' یہ امتیاز اور خصوصیت بھی آپ ہی کی ذاتِ بابرکات کو حاصل ہے کہ مسلمانوں کے ہر ملک میں ان گنت لوگوں نے آپ کی ذات کی حرمت و ناموس پر اپنی جانیں نچھاور کیں اور ہر قربان ہونے والے کا شوق، جرأت اور حرارتِ ایمانی اس بات کی غماز رہی کہ ع حق تو یہ کہ حق ادا نہ ہوا۔

اگرچہ غیر مسلموں کی اکثریت مسلمانوں کے جذبۂ حب محمد ﷺ سے حیران بلکہ پریشان رہی تاہم برصغیر کے بعض غیر مسلموں یعنی سکھوں اور ہندوؤں تک نے نعتیں لکھ کر آپ کے حضور ہدیہ عقیدت بھی پیش کیا ہے۔ لیکن اس جذبۂ حب محمد سے جتنے یہود و نصاریٰ بوکھلائے ہیں شاید دنیا کی کوئی غیر مسلم قوم اس قدر پریشان نہ ہو۔ اس بغض یعنی گستاخی رسول ﷺ کے فعل شنیع کے لیے ان کی سازشیں صدیوں پر محیط ہیں وہ ہر دور میں اس دور کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے دسیسہ کاریاں کرتے رہے اور کر رہے ہیں۔ برصغیر میں تنسیخ جہاد، جعلی نبوت کی پیدائش کے برگ و بار اور راج پال جیسے مصنف سب ان ہی کے خبث دروں کے مظاہر تھے۔ دور حاضر میں انھوں نے اولاً بزرگوں کی شبیہ، خاکوں اور تصویروں کو رواج دیا جو چلتے چلتے انبیاء علیہم السلام تک جا پہنچے حتی کہ اب انھوں نے یہ جرأت نبی ﷺ کی ذاتِ گرامی تک کر ڈالی اور چند سال قبل ڈنمارک میں آپ کے خاکے شائع کر دیئے گئے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق اس وقت سعودی حکومت نے اپنے علماء کے مشورے سے ڈنمارک کی مصنوعات کا فوری بائیکاٹ کر دیا جس کے نتیجہ میں ڈنمارک حکومت کو جھکنا پڑا اور اس کو معذرت کرنی پڑی۔ اس کے دیکھا دیکھی بعض دیگر اسلامی ممالک نے بھی کچھ ردّعمل کا اظہار کیا لیکن اب اتنے سال بعد وہی خاکے دوبارہ شائع کر دیئے گئے ہیں جو اس بات کا نتیجہ بھی ہوسکتا ہے کہ کفار سابقہ احتجاجات بلکہ بے نتیجہ احتجاجات سے مسلمانوں کی غیرت و حمیت کا اندازہ لگا چکے ہیں کہ یہ بازو ''ان کے'' آزمائے ہوئے ہیں۔ اس لیے ہمارے خیال میں اب مسلمانوں کو جلسے، جلوسوں، جھنڈے اور پتلے جلانے پر کفایت نہیں کرنی چاہیے انھیں فوری طور پر مسلم امہ کو ڈنمارک کی مصنوعات سے مطلع کرنا اور ان کے بائیکاٹ کی اپیل کرنی چاہیے او۔ آئی۔ سی کا اجلاس فوری بلا کر سیاست کی عالمی بساط پر یہ مسئلہ پیش کرنا چاہیے اور مسلمان حکم رانوں کو چاہیے کہ وہ پہلی فرصت میں ڈنمارک کے سفیروں کو اپنے اپنے ممالک سے نکال باہر کر کے اپنے اپنے ملک میں ڈنمارک کی مصنوعات کا داخلہ بند کر دینا چاہیے کیوں کہ یہ دور توپ و تفنگ کی بجائے معاشی جنگ کا دور ہے اگر یہ نہ ہوا تو پھر طاغوت صحیح سمجھے گا کہ یہ مسلمان نعروں اور دعوؤں کے ہیں عمل کے نہیں اور علامہ اقبال کے بقول مغرب قلب مسلم سے...... خاکم بدہن...... روح

محمد ﷺ نکالنے میں کامیاب ہوگیا ہے۔

کہیں ایسا نہ ہوجائے کہیں ایسا نہ ہوجائے:

انتخابی نتائج نے کل کے دشمنوں کو آج کا دوست بنادیا تھا اور ساتھ ہی یہ بات واضح ہوگئی تھی کہ مرکز میں حکومت پاکستان پیپلز پارٹی ہی کی ہوگی۔ انتظار تھا تو اس بات کا کہ......عملاً چیئرمین اور عرفاً......شریک چیئرپرسن جناب آصف زرداری بادشاہ بنتے ہیں یا بادشاہ گر۔ اب جناب یوسف رضا گیلانی کے وزیر اعظم بن جانے سے یہ بات واضح ہوگئی کہ انھوں نے بادشاہ گر بننا پسند کیا۔ جناب یوسف رضا گیلانی نے منتخب ہونے کے بعد جو تقریر کی وہ اپنی پارٹی اور اس کی مرحوم قیادت اور بانی سے وفاداری کا مظہر تھی جسے ان کی شرافت نفس کا مظہر کہا جانا چاہیے۔

جناب میاں نواز شریف نے پہلے دن ہی کھلے دل اور واضح بیانات سے P.P.P کو حکم رانی کا حق دار تسلیم کرلیا تھا لیکن P.P.P کے اندر ''یک انار اور صد بیمار'' والی صورت حال ایک عرصہ رہی۔ جن میں جناب امین فہیم کا نام ممکنات میں زیادہ نمایاں تھا تاہم جناب احمد مختار اور مخدوم شاہ محمود کا ذکر بھی گاہے گاہے اخبارات میں آتا رہا۔ لیکن اقتدار کا ہما جناب مخدوم یوسف رضا گیلانی کے سر پر آ بیٹھا جن کو متوقع امیدواروں کے نیازمندوں کے علاوہ سب ہی نے قبول کرلیا۔ لیکن جناب گیلانی کے اعلان کے ساتھ ساتھ سیاسی دنیا میں دو بھونچال بھی آ گئے، ایک تو یہ کہ بلوچستان میں ق لیگ اور P.P.P ہم زلف بن گئے یعنی ایک ہوگئے، گویا بہ ظاہر مرکز کی متحارب سیاسی جماعتیں بلوچستان میں یک جان ہوگئیں ہاں یہ بات ابھی واضح نہ ہوسکی کہ دونوں پارٹیاں ...... بہ ظاہر مختلف سوچ رکھنے والی ......اپنی پالیسیوں ...... کے ایک ہونے یا کرنے ......کی بنیاد پر یک جان ہوئی ہیں یا منتخب ہونے والے ممبران صوبائی اسمبلی نے بلوچستان کے مقامی حالات اور مصلحتوں کے تحت انفرادی طور پر آپس میں مل جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بلوچوں کے دل و دماغ میں ق لیگ کے دور حکومت کی یادیں بہت تلخ ہیں جب کہ جناب زرداری خود بلوچ ہیں اور باحمیت بلوچ۔ زردار، جاگیردار اور بلوچ سردار کی حمیت ختم یا کم ہونے کا امکان تو کم ہے یا پھر یہ ممکن ہے کہ ق لیگ کے ارکان نے اپنی سابقہ پالیسیوں سے رجوع کرلیا ہے۔ تاہم امید ہے کہ جلد ہی سکرین سے پردہ ہٹ جائے گا اور صورتِ حال واضح ہوجائے گی۔ ہماری خواہش ہے کہ بلوچستان میں بسنے والے پاکستانیوں کے زخموں پر مرہم رکھ کر اور ان کی محرومی و پسماندگی دور کرکے ان بھائیوں کو بھی قومی دھارے میں شامل کیا جائے تاکہ وطن عزیز پر منڈلانے والے خطرات کے بادل چھٹ جائیں۔

دوسرا سیاسی دھماکہ یہ ہوا کہ M.Q.M نے P.P.P کی مرکز میں غیر مشروط حمایت کا اعلان کردیا جس کا عملی اظہار انھوں نے اس طرح کیا کہ وزارتِ عظمٰی کے اپنے امیدوار جناب طارق عظیم کو وزارتِ عظمٰی کے مقابلے سے باہر نکال لیا۔ P.P.P کی M.Q.M سے صوبہ سندھ میں مفاہمت کی گفت وشنید تو جاری بلکہ مکمل ہوچکی تھی کہ رءوس البلاد کراچی میں امن و امان کے لیے یہ ضروری تھا لیکن مرکز میں غیر مشروط حمایت؟ ع

مجھ تک کب ان کی بزم میں آتا تھا دورِ جام　　　ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

M.Q.M کی اس سیاسی قلابازی سے واضح ہوگیا ہے کہ جناب صدر کے بارے میں نرم گوشہ رکھنے والے افراد اور اذہان ''وسیع تر قومی مفاد'' کی خاطر اکٹھے ہوچکے ہیں۔ اور جناب پرویز مشرف کے بارے میں واضح اور بے لچک رکھنے والے میاں نواز شریف اب اس میدان میں اکیلے رہ گئے ہیں۔ اس ''ناگہانی'' اور غیر مشروط تعاون کے اعلان کے بعد...... فی الحال کے......حکومتی حلقوں اور ان کے نیازمندوں نے یہ تاثر دینا بھی شروع کردیا ہے کہ ایک جماعت کے سوا باقی سب جماعتیں جناب صدر کے ساتھ کام کرنے اور چلنے پر آمادہ ...... بلکہ راضی ...... ہیں

جس سے سمجھ یہ آتی ہے کہ وہ ایک جماعت ن لیگ ہی ہوسکتی ہے۔گویا اس بلوری اتحاد کی لمِّ ...... ماہیت ......اگر یہ سمجھ لی جائے کہ اس سے میاں صاحب کو تنہا کرنا ہی مقصود تھا اور ہے تو شاید اتنی غلط نہ ہوگی۔اس اعلان تعاون کے بعد ن لیگ نے بھی مرکز میں اپنی تعاون پالیسی پر نظر ثانی کا اعلان کردیا ہے۔

یہ بات ریکارڈ میں محفوظ ہے کہ میاں نواز شریف کا صدر پرویز مشرف کے بارے میں ایک بے لچک اور مضبوط موقف ہے۔موقف کی اسی مضبوطی نے میاں صاحب کو اب تک سرخ رو رکھا ہوا ہے پھر انتخابات میں میاں صاحب نے جن نعروں اور وعدوں پر ووٹ لیے وہ ان کو خوب یاد ہوں گے۔میاں صاحب اگر اپنے وہ وعدے ہی یاد رکھ کر نبھائیں اور ان کی پاسداری کریں تو ہمارے خیال میں ان کے وقار، مقام اور ساکھ کے لیے یہی کافی ہے۔ان کے لیے جو چیلنج موقف ہوگا وہ ہے ۹ مارچ ۲۰۰۷ والی عدلیہ کی بحالی، باقی رہی مہنگائی؟ تو یہ شاید پاکستان کے کسی بھی سیاستدان کے بس میں نہیں کہ وہ اس کو کم یا کنٹرول کرسکے سوائے اس کے کہ سیاستدانوں کو معاف کردہ بنکوں کے قرض واپس لے کر خزانے میں جمع کرائے جائیں۔اس میں ''دل پشوری'' کے لیے سیاستدانوں کی کمیشن اور کرپشن کی واپسی بھی شامل کرلینے سے خیالی پلاؤ بڑا اچھا بن سکتا ہے۔میاں صاحب عدلیہ کی بحالی اور آئین کو بالاتر کرنے میں اگر کامیاب ہوگئے تو ان شاء اللہ یہ پاکستان کے ''بے تاج بادشاہ'' بن جائیں گے اور اس تاریخی قدم سے پاکستان میں انصاف اگر واقعی ملنے لگا تو پھر ان شاء اللہ وطن کا مستقبل روشن سے روشن تر ہوجائے گا۔ باقی رہا اسلام جسے سیاستدان عموماً نظریہ پاکستان کا مترادف بنا کر پیش کرتے ہیں اس بے چارے کا ذکر نہ کسی سیاسی جماعت کے منشور میں ہے اور نہ کسی اسلامی جماعت کے پروگرام میں۔عوامی، لسانی اور علاقائی جماعتوں میں تو اس کا ذکر ہونا ہی کیا ہے۔جناب میاں صاحب بھی اپنے پہلے دور اقتدار میں کبھی کبھار اسلام کا ذکر کرلیا کرتے تھے، دوسرے دورِ اقتدار میں انھوں نے عوام کو ''قرض اتارو اور ملک سنوارو'' کا سلوگن دیا تھا اب ان کا وعدہ عدلیہ کی بحالی کا ہے اللہ کرے کہ انھیں یہ وعدہ ہی پورا کرنے کی توفیق مل جائے۔

''امیدیں'' باندھتا ہوں سوچتا ہوں توڑ دیتا ہوں　　　کہیں ایسا نہ ہوجائے کہیں ایسا نہ ہوجائے

ہفت روزہ الاعتصام کے سابق خوش نویس ملک محمد صدیق کا انتقال پرملال

ادارہ الاعتصام کے قدیم رفیق ملک محمد صدیق صاحب (سابق خوش نویس ہفت روزہ الاعتصام) ہفتہ 22 مارچ 2008ء (بمطابق 13 ربیع الاوّل 1429ھ) کی صبح تقریباً تین (3) بجے 65 برس کی عمر میں حرکت قلب بند ہونے سے وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم ایک خوش مزاج، صالح طبیعت، کم گو، مرنجاں مرنج شخصیت تھے۔شرافت ونجابت ان کے چہرے سے نمایاں تھی۔دینی مزاج کے حامل اور سادگی کے پیکر تھے۔کچھ عرصہ وہ ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث کی کتابت بھی کرتے رہے اور پھر تقریباً ۲۵ سال تک ہفت روزہ الاعتصام کی کتابت باقاعدگی سے کرتے رہے۔ان دنوں اپنے گاؤں چک نمبر 17 (کوٹ رادھا کشن)، تحصیل چونیاں ضلع قصور، میں مقیم تھے۔معدے کے پرانے مریض تھے۔اچانک طبیعت خراب ہوگئی دل کا حملہ بھی ہوگیا اور ہسپتال لے جائے گئے۔مگر حرکت قلب بند ہونے پر راہی ملک آخرت ہوگئے۔انھوں نے پس ماندگان میں بیوہ، چار بیٹے اور دو بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔

مرحوم کی نمازِ جنازہ مولانا حافظ عبدالوہاب روپڑی صاحب نے پڑھائی۔علاقہ کے کثیر احباب جماعت اور اعزہ واقارب جنازے میں شریک ہوئے۔قارئین سے مرحوم کی مغفرت وبلندیٔ درجات کے لیے دعاؤں کی درخواست ہے۔ [رضاء اللہ ساجد، وکارکنان الاعتصام لاہور]

امام عادل اور اسلامی عدل کے نمونے

شیخ عمر فاروق

" عَنۡ اَبِیۡ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ: قُلۡتُ يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ! اَلَا تَسۡتَعۡمِلُنِیۡ؟ قَالَ: فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى مَنۡكِبِیۡ ثُمَّ قَالَ: " يَا اَبَا ذَرٍّ اِنَّكَ ضَعِيۡفٌ وَاِنَّهَا اَمَانَةٌ، وَاِنَّهَا يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ خِزۡیٌ وَّنَدَامَةٌ اِلَّا مَنۡ اَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَاَدَّى الَّذِیۡ عَلَيۡهِ فِيۡهَا۔" [صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب کراھة الامارة بغیر ضرورة، رقم الحدیث: ۲٤۰٤]

''سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ مجھے کسی علاقہ کا امیر نہ بنادیں گے؟ ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (شفقت سے) آپ ﷺ نے میرے کندھے پر تھپکی دی اور فرمایا: اے ابوذر! تو (اس بار) کو اٹھانے میں کمزور ہے، یہ امارت امانت ہے اور اُن لوگوں کے سوا جو اسے حق سے لیں اور (اس کی جملہ ذمہ داریوں سے بخیر وخوبی عہدہ برآ ہوں) باقی تمام لوگوں کے لیے یہ روزِ قیامت حسرت وندامت ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سے انسان کا رتبہ سب سے بہتر اور بلند ہے۔ ربّ کائنات نے اُسے نہ صرف شکل وصورت میں خوب بنایا ہے بلکہ علم وعقل میں بھی برتری عطا فرمائی ہے۔ اور اِس عارضی اور فانی زندگی کو حسنِ عمل سے آراستہ کرنے سے دائمی اور ابدی زندگی کی نوید بھی سنائی ہے۔

اخلاقِ حسنہ رنگ برنگ پھولوں کا ایسا گلدستہ ہے جن کی مہک سے معاشرتی زندگی میں بہار آتی ہے۔ سکون اور سلامتی کی فضا پروان چڑھتی ہے، احسان ومروّت کے پھول کھلتے ہیں، صدق وامانت داری کی نشوونما ہوتی ہے اور عدل وانصاف کی راجدھانی قائم ہوتی ہے۔ اس طرح یہ فلاحی معاشرہ قائم ہوجاتا ہے۔ جس میں ہر شخص حیاتِ مستعار کے چندروز عزت اور امن سے گزارتا ہے۔

اللہ تعالیٰ عادل اور حکیم ہے۔ اُس نے جو ہمیں دین عطا فرمایا ہے وہ عدل اور حکمت پر مبنی ہے اور یہ کائنات اور اُس کا ذرہ ذرہ اُسی ربّ العالمین کی اطاعت اور فرماں برداری میں جھکا ہوا ہے۔

﴿ وَ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ لَهُ الدِّيۡنُ وَاصِبًا﴾

''اُسی کا ہے وہ سب کچھ جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور خالصاً اُسی کا دین (عرش سے فرش تک) چل رہا ہے۔'' [النحل: ١٦/ ٥٢]

اِسی حقیقت کو اِس آیت میں بھی بیان کردیا گیا ہے:

﴿ اَفَغَيۡرَ دِيۡنِ اللّٰهِ يَبۡغُوۡنَ وَلَهٗۤ اَسۡلَمَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّ كَرۡهًا وَّ اِلَيۡهِ يُرۡجَعُوۡنَ ﴾

''اب کیا یہ لوگ اللہ کی اطاعت کا طریقہ (دین اللہ) چھوڑ کر کوئی اور طریقہ چاہتے ہیں؟ حالاں کہ آسمان وزمین کی ساری چیزیں چار ونا چار اللہ ہی کی تابع فرمان (یعنی مسلم) ہیں اور اُسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔'' [آل عمران: ٣/ ٨٣]

یہ آفتاب وماہتاب کا وقت اور پابندی کے ساتھ طلوع وغروب، یہ لیل ونہار کی آمد ورفت، یہ ان گنت ستاروں اور سیاروں کی گردش اور ان میں کسی قسم کا تصادم نہ ہونا، یہ پھلوں اور پھولوں کا، سبزیوں اور فصلوں کا اپنے اپنے موسم میں کھلنا اور پکنا، اور موسموں کا تغیر وتبدل آخر کس کی کاریگری کے نشان ہیں؟

﴿ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ ﴾ [المومنون: ٢٣/ ١٤]

''پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ، اور وہ بہترین تخلیق کار ہے۔''

انسانوں کے لیے روزِ اوّل سے یہی دین رہا ہے اور حکم یہ ہے کہ اسی دین کو قائم کرو اور اِس میں کسی بھی گروہ بندی کا شکار نہ ہو جاؤ۔

﴿ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ﴾

[الشوری: ٤٢/ ١٣]

''(ربّ کائنات نے) تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر کیا جس کا حکم اُس نے نوح علیہ السلام کو دیا تھا اور جسے (اے محمدؐ) اب آپ کی طرف ہم نے وحی کے ذریعے سے بھیجا ہے۔ اِسی کی ہدایت ہم ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو دے چکے ہیں (اور وہ یہ تھی کہ) اقامت دین میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرنا اور اُمور دینی میں ہرگز تفرقہ اندازی نہ کرنا۔''

خاتم النبیین، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی دین برحق کو دنیا کے تمام مذاہب پر غالب کرنے کے لیے تشریف لائے۔

﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴾

[الفتح: ٤٨/ ٢٨]

''(ارشاد ہوا) وہ اللہ ہی ہے جس نے (عالم انسانیت کے پاس) اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (خاتم النبیین) کو (آخری کتاب) ہدایت دی اور دین برحق دے کر بھیجا تا کہ وہ (اِس نظامِ زندگی کو) ہر دین ماسبق پر غالب کردے اور اِس (حقیقت کبریٰ) پر اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی ہے۔''

لوگوں کو اِس دین کامل سے جو امن اور سلامتی اور عدل وانصاف ملا وہ اظہر من الشّمس ہے ۔

مسِ خام کو جس نے کندن بنایا
کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں اُس کی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے دنیا میں بالعموم اور اہل عرب میں بالخصوص سکون اور سلامتی ایسی کوئی بات نہ تھی۔ ہر طرف شر اور فساد پھیلا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے نبی رحمت کو مبعوث فرما کر نہ صرف اہل ایمان پر بلکہ نسل انسانیت پر اپنا کرم اور فضل فرمایا۔

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [آل عمران: ٣/ ١٦٤]

''درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے احسانِ عظیم فرمایا ہے کہ اُن کے درمیان خود انہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انھیں اُس کی آیات سناتا ہے، اُن کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور انھیں کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالاں کہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔''

کتاب عظیم کی اِس آیہ مبارکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ انقلاب اور اسلام سے قبل کی حالت زار کی پوری طرح عکاسی کردی ہے۔ ربّ العالمین کا کلام فصاحت وبلاغت کا شاہکار ہے۔ ''کتاب وحکمت'' کی تعلیم نے زندگی کے تمام شعبوں کو خواہ انفرادی ہوں یا اجتماعی، معاشرتی ہوں یا سیاسی، اقتصادی ہوں یا معاشی اپنے اندر سمیٹ لیا ہے اور ''تزکیہ نفس'' نے زندگی کے تمام اخلاقی شعبوں کا احاطہ کرلیا ہے، اور ﴿ مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ ''اور اس سے پہلے لوگ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے''، لفظ ضلال نے ہر قسم کے ظلم وستم، شرک وکفر، برائی اور بے حیائی، دھوکہ اور فریب وغیرہ کی نشان دہی کردی ہے۔

جب عدل وانصاف غائب ہوجائے:

عدل وانصاف اِسلام کی اخلاقی تعلیمات کا بڑا اہم حصہ ہے جس کا دائرہ زندگی کے ہر شعبہ پر محیط ہے اور معاشرتی اور سیاسی زندگی

کا تانا بانا عدل ہی سے مضبوط ہوتا ہے۔ جس معاشرے میں ''عدل'' اپنا بوریا بستر لپیٹ لیتا ہے تو وہاں پھر ظلم ہونے لگتا ہے اور وہ عدل کی ضد ہے۔

ظلم کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جب لوگ دینِ حق کا راستہ چھوڑ کر خواہشاتِ نفس کے پجاری بن جائیں، جب زبردست زیردستوں کو دبانے لگیں جب شیاطین لوگوں کو حرص وہوس کی راہ پر لگا دیں اور وہ قناعت پسندی اور خودداری کی دولت کو ضائع کر دیں، جب لوگ فکر آخرت اور اللہ کے حضور جواب دہی سے بے نیاز ہو جائیں تو پھر عدل وانصاف رخصت ہو جاتا ہے اور ظلم وجور کی راہیں ہموار ہوتی ہیں۔ قرآنِ حکیم ایسے لوگوں کی مختلف مقامات پر نشان دہی کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَ اِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾

[الانعام: ٦/ ١١٩]

''بکثرت لوگوں کا حال یہ ہے کہ علم کے بغیر محض اپنی خواہشات کی بنا پر گمراہ کن باتیں کرتے ہیں۔''

پھر ایسے لوگ آجاتے ہیں جو کہلاتے تو مسلمان ہیں اور مسلمانوں پر ہی حکومت کرتے ہیں مگر خواہشاتِ نفس کے غلام ہوتے ہیں اور لوگوں پر ظلم وستم کو روا رکھتے ہیں۔

﴿ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴾ [مریم: ١٩/ ٥٩]

''(پھر ابرار وصالحین اور سلف صالحین کے بعد) وہ ناخلف لوگ اُن کے جانشین ہوئے جنھوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کی، پس قریب ہے کہ وہ گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں۔''

ایسے افراد ہوں یا ایسے حکمران اُن کے لیے روزِ قیامت ندامت اور پشیمانی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ عادل ہے اور ذرّہ برابر کسی پر ظلم نہیں کرتا اور نہ ہی ظالموں کو پسند فرماتا ہے اور نہ ہی انھیں ہدایت دیتا ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ﴾ [النساء: ٤/ ٤٠]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ذرّہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔''

﴿ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [آل عمران: ٣/ ٥٧]

''اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔''

﴿ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [البقرة: ٢/ ٢٥٨]

''اللہ ظالموں کو راہِ راست نہیں دکھایا کرتا۔''

اور جو حکمران حکومت تو مسلمانوں پر کریں مگر احکامِ الٰہی کے مطابق فیصلہ نہ دیں وہ نہ صرف ظالم ہیں بلکہ فاسق اور کافر ہیں۔

﴿ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ... فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ... فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ... ﴾

[المائدة: ٥/ ٤٤، ٤٥، ٤٧]

''جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر، ظالم اور فاسق ہیں (اور ان ہی کے لیے روزِ قیامت ندامت ہے۔)''

دراصل ظالم حکمران اور ظلم ایسی بری بات ہے کہ معاشرے کے سکون اور سلامتی کو تباہ وبرباد کر دیتی ہے۔ اس لیے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" اِنَّ اللّٰهَ يُقِيْمُ الدَّوْلَةَ الْعَادِلَةَ ...... وَاِنْ كَانَتْ كَافِرَةً ...... وَلَا يُقِيْمُ الدَّوْلَةَ الظَّالِمَةَ ...... وَاِنْ كَانَتْ مُؤْمِنَةً ...... ۔" [مجموع فتاویٰ ابن تیمیه، ج:٢٨، ص:١٤٦]

یہ ظالم تو چند روزہ زندگی ہی میں ظلم کر سکتے ہیں، بالآخر انھیں زبردست عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۙ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَ اَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴾ [ابراهیم: ١٤/ ٤٢، ٤٣]

''اب یہ ظالم لوگ جو کچھ کر رہے ہیں، اللہ کو تم اِس سے غافل نہ سمجھو۔ اللہ تو انھیں ڈھیل دے رہا ہے اُس دن کے لیے جب حال یہ ہوگا کہ (دہشت سے) آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ

جائیں گی، اور وہ سب سر اٹھائے بھاگے چلے جارہے ہوں گے۔ اُن کی نظریں اوپر جمی ہوں گی اور دل اڑے جارہے ہوں گے (اور آخر کار انھیں ہولناک عذاب سے واسطہ پڑے گا۔)''

اس کے برعکس مومن اور عادل حکمران ربّ کریم کے عرش کے سایے تلے ہوں گے اور اُن کا انجام اللہ تعالیٰ کی دائمی جنت اور ابدی باغ و بہار ہے۔

آیئے ذرا عادل حکم ران کے عدل پر نظر ڈالیں:

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب سفر شام سے فتح بیت المقدس کے بعد کامیاب واپس ہوئے تو ایک جنگل کے حاشیہ پر ایک بڑھیا عورت کا خیمہ دیکھا۔ اُس سے جا کر آپ نے ملاقات کی اور پوچھا تمہارے زمانہ کا امیر المومنین کیسا ہے؟ اُس نے کہا "لَا جَـزَاهُ اللّٰهُ عَنِّی" یعنی ''اللہ اُس کا بھلا نہ کرے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سبب پوچھا، اُس نے کہا ''جب سے وہ خلیفہ ہوا ہے اُس نے مجھے کوئی وظیفہ نہیں بھیجا'' آپ نے فرمایا: ''تم نے اُس کو کوئی اطلاع دی؟'' اُس نے کہا: ''امیر المومنین کو خود اپنی رعایا کی فکر کرنی چاہیے۔''

اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا: ''بڑھیا ماں! تمہارا مجرم عمر میں ہی ہوں، میرا قصور معاف کر دو۔'' بڑھیا نے آپ کو ایک راہ گیر سمجھ کر کہا کہ ''مجھ سے تمسخر مت کرو'' اِسی اثنا میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود قافلہ میں سے نکل کر آپ کے پاس آئے اور انھوں نے کہا: "اَلسلامُ عَلَیْکُمْ یَا امیر المُؤمِنین"

اب بڑھیا کو یقین ہوا کہ امیر المومنین یہی ہیں تو دہشت زدہ ہوگئی۔ آپ نے فرمایا: ''اماں جان! گھبرانے کی ضرورت نہیں، بلاشبہ تمہارا مجرم عمر میں ہی ہوں، یہ لو کھجور اور ستو سنبھال کر رکھ لو۔ اب تمہارا باقاعدہ وظیفہ آتا رہے گا۔ یہ کہا اور چمڑے کے ٹکڑے پر بوڑھی ماں سے معافی نامہ حاصل کیا، جس پر سیدنا علی اور ابن مسعود کی گواہیاں درج تھیں۔ [ایامِ خلافت راشدہ تالیف مولانا عبدالرؤف رحمانی]

امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک اور واقعہ بھی پڑھیے:

''آپ اپنی عادت کے مطابق رات کو مدینہ منورہ کا گشت کر رہے تھے۔ لوگ سو رہے تھے اور خلیفہ وقت اُن کی مشکلات جاننے کے لیے اُن کی مدد کرنے کے لیے جاگتے پھر رہے تھے۔ وہ ایک میدان سے گزرے میدان کے کنارے ایک خیمہ لگا ہوا تھا۔ انھوں نے خیمے کے اندر ایک عورت کے رونے اور کراہنے کی آواز سنی، اُس طرف تشریف لے گئے۔ خیمے کے دروازے پر ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اُس کو سلام کیا اور پوچھا کہ وہ کون ہے؟ اُس شخص نے جواب دیا کہ وہ دیہی علاقے کا رہنے والا ہے اور اِس شہر میں اجنبی ہے۔ اُس نے بتایا کہ وہ امیر المومنین سے ملنا چاہتا ہے تاکہ اُن سے کچھ امداد حاصل کر سکے۔ اب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عورت کے بارے میں پوچھا کہ وہ کون ہے اور کیوں کراہ رہی ہے؟

اُس شخص کو غصہ آ گیا، اُسے کیا معلوم تھا کہ وہ امیر المومنین سے بات کر رہا ہے، کہنے لگا: اے اللہ کے بندے! اپنی راہ لے، جس بات سے تجھے کوئی غرض نہیں، اُس کے بارے میں کیوں سوال کرتا ہے؟

اب امیر المومنین نے بڑی محبت اور پیار سے اُس سے پوچھا: اجنبی بتاؤ! تمہارا کیا مسئلہ ہے؟ اگر ہو سکا تو میں تمہاری مدد کروں گا۔ اُس نے کہا: میاں کیا بتاؤں! دراصل میری بیوی کے ہاں ولادت متوقع ہے اور اُس کے پاس کوئی عورت نہیں ہے جو اُس کی اِس حالت میں مدد کرے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فوراً اپنے گھر کی طرف لوٹے اپنی بیوی امّ کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جگایا، اور فرمایا: بی بی! اللہ تعالیٰ نے تمھیں اجر وثواب کمانے کا موقع بہم پہنچایا ہے، بیوی نے پوچھا: عمر رضی اللہ عنہ! وہ کون سی خیر و برکت اور اجر وثواب والی بات ہے؟

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیوی کو سارا قصہ بتایا کہ ایک عورت مدد کی منتظر ہے۔ امّ کلثوم رضی اللہ عنہا فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اِس موقع پر جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، اُن کو اپنے ہمراہ لیا اور اپنے خاوند کے ساتھ چل پڑیں۔ اِدھر آپ رضی اللہ عنہ نے بھی ہانڈی اٹھائی، گھی لیا، کچھ آٹا دانہ، ساتھ رکھا اور دونوں میاں بیوی اُس خیمے میں پہنچ گئے۔

امّ کلثوم رضی اللہ عنہا خیمے کے اندر چلی گئیں اور دایہ کے فرائض سرانجام دینے لگیں۔ خیمے سے باہر امیر المومنین نے اُس دیہاتی شخص کے

ساتھ مل کر کھانا پکانا شروع کیا۔ آگ جلانے کے لیے وہ پھونکیں مار رہے تھے کہ ادھر اُس عورت کے ہاں ولادت ہوگئی۔ امّ کلثوم نے خیمے سے آواز دی: امیر المومنین! اپنے دوست کو خوشخبری دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے بیٹے سے نوازا ہے۔

اُس دیہاتی نے جب یہ الفاظ سنے تو حیران رہ گیا کہ یہ امیر المومنین ہیں جو اُس کے ساتھ کھانا پکا رہے ہیں اور آگ جلانے کے لیے پھونکیں مار رہے ہیں اور اِدھر اُس دیہاتی کی بیوی حیران اور پریشان ہے، ہکا بکا کہ جو عورت دایہ کے فرائض سرانجام دے رہی ہے وہ امیر المومنین کی اہلیہ محترمہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی ہے۔ [سنہرے اوراق، عبدالمالک مجاہد]

اے پاکستانی حکم رانو! ذرا ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچو! اِس وطن کے حصول کے لیے میرے غریبوں نے بے پناہ جانی اور مالی قربانیاں دی تھیں تا کہ یہاں پر اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ عادلانہ نظام قائم ہو اور ہم سب سکون اور اطمینان سے رہیں۔ عدل وانصاف تو کجا یہاں پر ظلم وستم کی راجدھانی رہی ہے۔ روزانہ کے اخبارات غم والم کی داستانوں سے بھرے ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ درازتر ہوتا جارہا ہے۔

یاد رکھو! یہ دنیا عارضی ہے بالآخر تمھیں اللہ تعالیٰ کے حضور ہر ظلم کے لیے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ پھر وہاں تمہارا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔



سیرت بدرِ منیر کانفرنس

مرکزی جامع مسجد مبارک اہل حدیث ماچھیکے ضلع شیخوپورہ میں ۲۔ اپریل بروز بدھ بعد نماز عشاء ۲۲ ویں سیرت بدرمنیر کانفرنس ہو رہی ہے۔ زیرِ صدارت: حافظ عبدالرزاق سعیدی صاحب، مقررین: مولانا منظور احمد صاحب، مولانا عبدالعزیز راشد، حافظ عبدالباسط شیخوپوری خطاب کریں گے۔ [مولانا جلال الدین بن مولانا محمد سعید سلفی مرحوم]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کا فتنہ اور اس کا دفاع

ابوالبدر مولانا ارشاد الحق اثری

صحابہ کرام اور ائمہ سلف کی ان تصریحات سے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے صریح فرمان سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ صحابہ کرام کے باہمی مناقشات اور مشاجرات میں زبان کو آلودگی سے بچانا چاہیے اور اس حوالے سے ان پر طعن وتشنیع بہرنوع سلف کے موقف کے مخالف اور ''سبیل المومنین'' کے منافی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے خون سے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے تو ہم اپنی زبانوں کو اس میں ملوث کیوں کریں۔

اس کے بعد ایمان داری سے بتائیں اور غور فرمائیں کہ صحابہ کرام کے خلاف زبان درازی کرنے والے کو سلف کا ترجمان اور مسلک اہل سنت کا پاسبان قرار دیا جاسکتا ہے؟

کیا شیخین کے بعد جہاد نہیں؟

صحابہ کرام پر یوں تنقید کی کھلی چھٹی اور اس جسارت کو عین دین قرار دینے کے علاوہ حضرت موصوف تو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے بعد ہونے والے جہاد کو اسلام کا جہاد ہی قرار نہیں دیتے۔ اس حوالے سے جب ان سے استفسار کیا گیا تو وہ اس سے انکار کرگئے اور فرمایا کہ خلفائے راشدین کے بعد کا جہاد کوئی اسلامی جہاد نہیں۔ ملک چھیننا اگر اسلامی جہاد ہے تو ہلاکو اور چنگیز نے کم ملک فتح کیے ہیں۔ [نعوذ باللہ]

گویا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِامارت میں ہونے والا جہاد، ہلاکو اور چنگیز خان جیسے کفار کی ملک گیری مہم کا مصداق ہے۔ حالاں کہ صحیح بخاری میں حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" اوّل جیش یغزون مدینة قیصر مغفور لھم ۔"

''کہ مدینہ قیصر پر سب سے پہلے فوج کشی کرنے والے لشکر کو بخش دیا گیا ہے۔'' اور یہ بھی فرمایا:

" اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا ۔"

''کہ میری امت کا پہلا لشکر جو دریا کے راستے جہاد کرے گا ان پر مغفرت وجنت واجب قرار دے دی گئی ہے۔''

[بخاری، رقم: ٢٩٢٤، باب ما قیل فی قتال الروم وغیرہ]

علامہ البانی نے [الصحیحہ، رقم: ٢٦٨] میں اسے ذکر کیا ہے اور مزید حلیة الاولیاء [ج:٢، ص:٦٢] اور مسند الشامیین کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اسی جہاد میں حصہ لینے والے خوش نصیب حضرات میں حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر اور ابوایوب انصاری جیسے جلیل القدر صحابہ کرام بھی تھے۔ یہ جہاد حضرت معاویہ کے دورِامارت ۴۹ ھ میں ہوا۔ یہی نہیں بلکہ صحیح بخاری میں یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ خواب سے مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے، حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے مسکرانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: میں نے خواب میں اپنی امت کے کچھ لوگوں کو دیکھا وہ سمندر کے اندر اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے اس طرح سوار ہیں گویا تختوں پر بادشاہ بیٹھے ہیں، حضرت امّ حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا جناب میرے لیے دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شریک کرے۔ آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا کی، پھر آپ سر رکھ کر سو گئے پھر ہنستے، مسکراتے بیدا ہوئے۔ تو میں نے پوچھا آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ جو اللہ کی راہ میں جہاد کو جارہے تھے اس طرح میرے سامنے لائے گئے جیسے بادشاہ تختوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی ان میں شریک کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو پہلے لوگوں میں شریک ہوچکی ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ یہ جہاد حضرت معاویہ کی امارت وقیادت

۲۸ھ میں ہوا۔ حضرت ام حرام اس لشکر میں شامل تھیں۔ جب لشکر دریا سے باہر ہوا تو حضرت ام حرام سواری سے گر گئیں اور اسی نتیجہ میں ان کا انتقال ہوگیا۔ [بخاری، رقم: ۲۷۸۸، ۲۷۸۹، ۶۲۸۲، ۶۲۸۳]

غور فرمایا آپ نے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیادت وسیادت میں اس جہاد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''غزاۃ فی سبیل اللہ'' قرار دیا۔ مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے عداوت وبغض میں مولانا موصوف ان کی جہادی مہمات کو ہلاکو اور چنگیز خان کی ہوس ملک گیری سے تشبیہ دینے میں کس قدر بے باک ہیں۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ ''دریا'' میں جہاد اور بحری بیڑے کی اجازت بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہی حاصل کی تھی اور انہی کی سرکردگی میں پہلا بحری بیڑا سمندر میں اترا جس کی بشارت خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی۔ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایسی پیش قدمی کو معاذ اللہ ہلاکو کی پیش قدمی کی مانند قرار دیا جاسکتا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد کسی صحیح العقیدہ مسلمان کے لیے اس کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں یا اُن کی قیادت میں ان مہمات کے بارے میں یہ تصور رکھے کہ ان کے دور میں جہاد نہیں بلکہ ہوس ملک گیری تھی، اور نہ ہی اس کے بعد مزید اس حوالے سے کچھ کہنے کی ضرورت ہے۔ تاہم ماضی قریب کے نامور مؤرخ مولانا قاضی اطہر مبارک پوری رحمہ اللہ نے عہد بنوامیہ میں ہونے والے جہاد کے بارے میں جو فرمایا اور امام ابن کثیر سے جو کچھ نقل کیا اس کا ذکر ہم ضروری خیال کرتے ہیں۔ چناں چہ حضرت موصوف رقم طراز ہیں:

''بنوامیہ کا تقریباً پورا دور جو اسلامی غزوات وفتوحات کا شان دار دور ہے، اس انداز میں گزرا ہے کہ جہاد وغزوات میں صحابہ وتابعین، تبع تابعین امیر لشکر ہوتے تھے اور ان کے ساتھ عُبّاد، زہاد، صلحاء اور علماء وفضلاء کی بڑی جماعت ہوا کرتی تھی۔ (جس کے باقاعدہ انھوں نے حوالے دیئے ہیں) جن کے برکات وتجربات، تعلیمات وہدایات اور دعاؤں کے جلو میں اسلامی لشکر کے قدم آگے بڑھ رہے تھے۔ ابن کثیر نے اس دور کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

'' کانت سوق الجهاد قائمة فی بنی امیّة ليس لهم شغل الاّ ذلك، قد علت كلمة الاسلام فی مشارق الارض ومغاربها، وبرّها وبحرها، وقد اذلّوا الكفر وأهله، وامتلأت قلوب المشركين من المسلمين رعباً، لا يتوجه المسلمون الى قطر من الاقطار إلاّ اخذوه، وكان فی عساكرهم وجيوشهم فی الغزو الصالحون والاولياء والعلماء من كبار التابعين فی كل جيش منهم شر ذمة عظيمة ينصر الله بهم دينهم ۔'' [البداية، ج:۹، ص:۸۷]

''بنوامیہ کے دور میں جہاد کی گرم بازاری تھی۔ اس کے علاوہ ان کا کوئی شغل نہیں تھا۔ اسلام کا کلمہ مشرق ومغرب اور بحر وبر میں بلند تھا۔ انھوں نے کفر اور کفار کو سرنگوں کر دیا تھا اور مشرکوں کے قلوب مسلمانوں کے رعب سے بھر گئے تھے۔ مسلمان جس علاقہ میں چلے جاتے اس کو فتح کر لیتے اور غزوات میں ان کے ہر لشکر میں کبار تابعین کے صلحاء، اولیاء اور علماء کی بڑی جماعت ہوتی تھی۔ ان کی ذات بابرکات سے اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد فرماتا تھا۔'' [تدوین سیر ومغازی، ص:۵۹،۶۰]

مزید جسارتیں:

اسی پر بس نہیں وہ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دنیا دار قرار دیتے ہوئے یہ بھی کہتے ہیں کہ ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر میں معاویہ کے رشتہ داروں کو قتل کیا تھا یہ کلمہ تو پڑھ گئے لیکن بیٹے تو انہی کے تھے جو مارے گئے، معاویہ نے علی سے ان کا بدلہ تو لینا تھا اور علی کی شامت تو آنی ہی تھی۔''

نیز یہ بھی کہ '' کہنے والے حضرت علی سے کہتے تھے ہمیں دولت چاہیے، تم خشک روٹی کھاتے ہو۔ معاویہ روپے پیسے دیتا ہے تم نہیں دیتے۔ ہمیں یہ دین نہیں چاہیے یہ وقت عیاشی کا ہے۔''

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص کے بارے میں کہا گیا کہ ''وہ ظالم تھا اس نے جھوٹ بولا۔ یہ وہی ہے جو مہاجرین کے تعاقب میں کفار مکہ کا نمائندہ بن کر حبشہ گیا تھا۔'' ہم ان کے اس انداز تکلم پر اپنے تبصرہ کا حق

محفوظ رکھتے ہیں البتہ یہ بتلا دینا چاہتے ہیں کہ صحابہ کرام کے بارے میں اس قسم کی برسرمنبر ومحراب گفتگو کسی مسموم رافضی فکر کی تو ہوسکتی ہے مسلک سلف سے وابستہ کسی اہل سنت سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

بلکہ محترم مولانا موصوف کی یہ سیڈیز اب امام بارگاہوں میں بھی دستیاب ہیں اور وہ انھیں فروخت کرکے جہاں دام کماتے ہیں وہاں ''اہل حدیث عالم ومفتی'' کی اس گفتگو کو اپنی ہمنوائی اور اپنے دفاع میں بھی پیش کرتے ہیں۔ یہ بالکل اسی طرح کا معاملہ ہے جو مولانا مودودی کی خلافت وملوکیت سے روارکھا گیا کہ انہی ایام میں ایک شیعہ آرگن نے لکھا تھا:

''بات یہ ہے کہ شیعوں کی تنقید کو سب وشتم قرار دیا جاتا ہے۔ حالاں کہ سنی حضرات بھی صحابہ کرام کو تنقید سے بالا تر نہیں سمجھتے۔ ترجمان القرآن کے تازہ شماروں میں مولانا مودودی کے قلم سے ''خلافت راشدہ سے ملوکیت تک'' کا مقالہ شائع ہوا ہے۔ مولانا نے اس مقالہ میں صحابہ کرام پر ہی نہیں بلکہ صحابہ کرام کے سرخیل یعنی خلفائے راشدین پر بھی تنقید فرمائی ہے۔ اگر یہی تنقید ایک شیعہ کے قلم سے شائع ہوتی تو یقیناً صحابہ کرام پر سب وشتم قرار دی جاتی۔ کیا مولانا مودودی صاحب پر بھی صحابہ کرام پر سب وشتم کرنے کا فتویٰ صادر فرما کر دیانت داری کا ثبوت فراہم فرمایا جائے گا۔'' [ہفت روزہ رضا کار لاہور، ١٦ جولائی ١٩٦٥ء بحوالہ خلافت وملوکیت کی تاریخی وشرعی حیثیت، ص:٥٠٠]

حضرت موصوف کو یہ بھی ''شرف'' حاصل ہے کہ انھیں امام بارگاہ میں اور خالص رافضیوں کی مجلس میں خطاب کے لیے دعوت دی جاتی ہے اور اس میں وہ اہل سنت کا صحیح موقف بیان کرنے کی بجائے روافض کی دلجوئی کی پوری کوشش کرتے ہیں اور ان کے دفاع میں فرماتے ہیں کہ یہ معذور ہیں انھوں نے جو پڑھا ہے۔ اس کے مطابق یہ ابوبکر وعمر کو گالیاں نہ دیں تو اور کیا کریں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ پر ظلم کیا، وغیرہ۔

یہ اور اسی نوعیت کی اور بہت سی باتیں وہ صحابہ کرام کے بارے میں مختلف اسلوب سے بیان کرتے ہیں۔ ان کے انہی خطابات کا نتیجہ ہے کہ ان کے حلقہ میں حضرات صحابہ کرام بالخصوص حضرت عثمان، حضرت معاویہ، حضرت عمرو بن عاص، حضرت مغیرہ بن شعبہ کے بارے میں وہ احترام نہیں پایا جاتا جو اہل سنت کا طرۂ امتیاز ہے۔ بلکہ ان کے حلقہ میں ان حضرات کے اوصاف ومناقب کا کوئی تصور نہیں حتی کہ بعض تو ان کے بارے میں بدزبانی سے بھی گریز نہیں کرتے۔ ان حقیقتوں کے باوجود حضرت موصوف کے افکار کو اہل سنت کی ترجمانی قرار دینا بالکل غلط اور اہل سنت کے موقف سے بے خبری کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں تمام صحابہ کرام کی عظمت اور ان کے مقام ومرتبہ کو راسخ فرمائے اور رسول اللہ ﷺ نے جو ان کے بارے اپنی امت کو تلقین فرمائی ہے کہ ''میری وجہ سے میرے صحابہ کا خیال رکھو، ان سے اچھے طریقے سے پیش آؤ، اور جب ان کا ذکر ہو تو خاموشی اختیار کرو'' [السلسلة الصحيحه، رقم: ٣٤، ٤٣١، ١١١٦] اس کے مطابق عمل کی توفیق بخشے۔

ان اريد الا الاصلاح وما توفيقي الا بالله العلي العظيم .

عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت

غلام مصطفیٰ ظہیر، امن پوری

مروّجہ جشن عید میلاد النبی ﷺ کی قرآن وحدیث میں کوئی اصل نہیں۔ نبی کے یومِ ولادت کو یومِ عید قرار دینا عیسائیوں کا وطیرہ ہے۔ مروّجہ عید میلاد النبی ﷺ عید میلادِ عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہے اور بدعت سیئہ ہے۔ جب کہ کفار کی مشابہت اوران کی رسومات پر عمل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

عید میلاد کی تاریخی حیثیت:

عید میلاد النبی کا نبی کریم ﷺ، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم، تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم، ائمہ دین رحمۃ اللہ علیہم اور سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کے زمانہ میں وجود نہیں ملتا۔ بلکہ یہ بعد کی ایجاد ہے۔ مروّجہ عید میلاد النبی ﷺ کی ابتداء چوتھی صدی ہجری کے آخر میں ہوئی۔ سب سے پہلے مصر میں نام نہاد فاطمی شیعوں نے یہ جشن منایا۔

[دیکھئے: الخطط للمقریزی: ۱/ ۴۹۰ وغیرہ]

جناب احمد یار خاں نعیمی بریلوی صاحب نقل کرتے ہیں:

" لم یفعله احد من القرون الثلاثة انما حدث بعد۔" [جاء الحق: ۱/ ۲۳۶]

''میلاد شریف تینوں زمانوں میں کسی نے نہ کیا، بعد میں ایجاد ہوا۔''

جناب غلام رسول سعیدی بریلوی صاحب یوں اعترافِ حقیقت کرتے ہیں:

''سلف صالحین یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے محافل میلاد نہیں منعقد کیں۔ بجا ہے۔'' [شرح صحیح مسلم: ۳/ ۱۷۹]

جناب عبدالسمیع رامپوری بریلوی لکھتے ہیں:

''یہ سامان فرحت وسرور اور وہ بھی مخصوص مہینے ربیع الاوّل کے ساتھ اوراس میں خاص وہی بارھواں دن میلاد شریف کا معین کرنا بعد میں ہوا یعنی چھٹی صدی کے آخر میں۔'' [انوارِ ساطعہ: ۱۵۹]

کیا اب بھی اس عید کے بدعت سیئہ ہونے میں کوئی شبہ ہے؟ ہر وہ دینی کام جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو، وہ بدعت ہے۔

بدعت:

امام عینی حنفی بدعت کی تعریف یوں کرتے ہیں:

" وهی ما لم یکن له اصل فی الكتاب والسنة وقيل اظهار شیء لم یکن فی عهد رسول الله ﷺ ولا فی زمن الصحابة رضی الله عنهم ۔"

[عمدة القاری فی شرح صحیح البخاری: ۲۵/ ۳۷]

''بدعت دین میں ہر اس نئے کام کو کہتے ہیں، جس کی اصل کتاب وسنت میں نہ ہو۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ایسی چیز کا اظہار جو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں نہ ہو۔''

ہر بدعت مذمومہ اور سیئہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" كل بدعة ضلالة ۔" [مسلم: ۸۶۷]

''ہر بدعت گمراہی ہے۔'' نیز فرمایا:

" من احدث فی امرنا هذا ما ليس منه فهو رد ۔"

[بخاری: ۲۶۹۷۔ مسلم: ۱۷۱۸]

''جو شخص ہمارے دین میں ایسا کام جاری کرے، جس کی اصل اس (کتاب وسنت واجماع) میں نہ ہو وہ باطل ہے۔''

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

" كل بدعة ضلالة، وان رآها الناس حسنة ۔"

''ہر بدعت گمراہی ہے، اگرچہ لوگ اسے ''بدعت حسنہ'' سمجھتے

پھریں۔" [السنة لمحمد بن نصر المروزی، ص:۲۴، سنده صحیح]

محقق شاطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اجماع ثابت تدل علی ان کل بدعة لیست بحق، بل ھی من الباطل۔" [الاعتصام: ۱/ ۱۴۱]

"اس بات پر اجماع ثابت ہے کہ ہر بدعت ناحق ہے، بلکہ باطل ہے۔"

جب ہر بدعت بے اصل، گمراہی وضلالت، غلو فی الدین اور اللہ پر جھوٹ ہے تو اس کی تقسیم چہ معنی دارد؟ کیا کوئی گمراہی بھی حسنہ ہوتی ہے؟

جناب غلام رسول سعیدی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

"اس سلسلہ میں صحیح قاعدہ یہ ہے کہ جس خاص عبادت کے کرنے کا محرک ہو اور اس کے کرنے سے کوئی مانع نہ ہو، اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے وہ کام قصداً ترک کیا ہو، تو وہ کام کرنا یقیناً ناجائز امر بدعت ہے۔" [شرح صحیح مسلم: ۲/ ۵۴۵]

بدعت عید میلاد کا سبب (مجلس میلاد میں نبی کریم ﷺ کی تعظیم) آپ کے زمانے میں موجود تھا۔ اس کے کرنے میں کوئی بندش بھی نہیں تھی۔ آپ نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو قصداً ترک کیا۔ لہٰذا اب اس کا انعقاد یقیناً ناجائز امر بدعت ہے۔

عیدین سے پہلے اذان کا محرک موجود تھا۔ آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو قصداً ترک کیا۔ جب کہ اذان اللہ کا ذکر، شعارِ اسلام اور دعوتِ تامہ ہے جو کہ بظاہر عام شرعی دلیلوں کے تحت درج بھی ہوسکتی ہے۔ اذانِ عیدین کو اذانِ جمعہ پر قیاس کرنے کی گنجائش بھی ہے۔ نیز یہ کسی شرعی حکم کے خلاف بھی نہیں ہے۔ شریعت نے اس سے منع بھی نہیں کیا اس کے باوجود یہ بدعت مذمومہ اور سیئہ ہے۔ وجہ ایک ہی ہے کہ اس کا محرک موجود تھا، کوئی مانع بھی نہیں تھا۔ اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے اس کو قصداً ترک کیا، ہر بدعت کا یہی حال ہے۔ واضح رہے کہ بدعات یا تو عام دلیلوں کا فرد ہی نہیں ہوتی ہیں یا ان سے مستثنیٰ ہوتی ہیں۔ لہٰذا بدعت کے ثبوت پر عام اور مطلق دلیل سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

اہل بدعت مروّجہ عید میلاد کے ثبوت میں جو دلائل پیش کرتے ہیں کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام رحمہم اللہ، ائمہ دین رحمہم اللہ اور سلف صالحین رحمہم اللہ ان سے بے خبر تھے؟ اگر ان دلائل سے مروّجہ عید میلاد کا جواز یا استحباب ثابت ہوتا، تو یہ لوگ ضرور اس کا اہتمام کرتے اور خود نبی کریم ﷺ نے باوجود مقتضی اور عدمِ مانع کے ترک کیا ہے۔ اس کا ترک کرنا سنت ہے اور کرنا بدعت سیئہ ومذمومہ ہے۔

لیکن جن لوگوں کا کلمہ وایمان بھی بدعت پر مبنی ہے، عمل میں بھلا ان سے کیا توقع رکھی جاسکتی ہے؟

جناب احمد یار خاں نعیمی بریلوی ساری دنیا کے سامنے برملا اعلان کرتے ہیں:

"شریعت وطریقت دونوں کے چار چار سلسلے یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اسی طرح قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی، یہ سب سلسلے بالکل بدعت ہیں۔ ان میں بعض کے تو نام تک بھی عربی نہیں، جیسے چشتی یا نقشبندی، کوئی صحابی، تابعی، حنفی، قادری نہ ہوئے۔ اب دیوبندی بتائیں کہ بدعت سے بچ کر وہ اپنی حیثیت سے زندہ بھی رہ سکتے ہیں؟ جب ایمان اور کلمہ میں بدعات داخل ہیں تو بدعت سے چھٹکارا کیسا؟" [جاء الحق: ۱/ ۲۲۲]

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان وعمل دونوں میں بدعت سے محفوظ فرمائے، آمین۔

یوم وفات:

نبی کریم ﷺ کے یومِ ولادت با سعادت میں اختلاف ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ہمارے نبی کریم ﷺ کی ولادت دس محرم کو ہوئی ہے۔"

[غنیۃ الطالبین: ۲/ ۳۹۲، طبع بیروت]

ہمیں اس اختلاف سے کوئی سروکار نہیں۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ جو لوگ بارہ ربیع الاوّل کو جشن میلاد النبی ﷺ مناتے ہیں ان کے نزدیک آپ کی تاریخ وفات کون سی ہے؟

جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

"نبی ﷺ کی ولادت ۱۲ ربیع الاوّل دوشنبہ کو ہے اور اسی میں وفات شریف ہے۔" [ملفوظات: ۲/ ۲۲۰]

معلوم ہوا کہ بریلویت کے امام احمد رضا خاں کی تحقیق یہ ہے کہ آپ کی ولادت اور وفات ۱۲ ربیع الاوّل کو ہوئی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے یہ لوگ بارہ ربیع الاوّل کو "بارہ وفات" کہہ کر پکارتے تھے اور ختم دلواتے

تھے۔ بڑی عجیب بات ہے کہ آج یہی لوگ اس دن کو عید میلا دالنبی کا جشن مناتے ہیں۔ کتنا تضاد ہے ان کے آج اور کل میں۔

بارہ ربیع الاوّل کو صحابہ کرام کی غم کے مارے کیا حالت تھی اس کا کچھ اندازہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے ہوسکتا ہے، فرماتے ہیں:

"لما كان اليوم الذى دخل فيه رسول الله ﷺ المدينة، اضاء منها كل شيء، فلما كان اليوم الذى مات فيه، اظلم منها كل شيء۔" [مسند احمد: ۳/ ۲۲۱، ۲۶۸۔ جامع ترمذی: ۳۶۱۸۔ سنن ابن ماجه: ۱۶۳۱ وسنده حسن]

''جس دن نبی اکرم ﷺ مدینہ میں (ہجرت فرما کر) تشریف لائے تھے اس کی ہر چیز (خوشی سے) چمک اٹھی تھی، اور جس دن آپ نے وفات پائی اس کی ہر چیز (غم سے) اندھیری ہوگئی تھی۔''

اس حدیث کو امام ترمذی، امام ابن حبان (۶۶۳۴) نے ''صحیح'' اور امام حاکم (۳/ ۵۷) نے امام مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسے جری و بہادر انسان نبی اکرم ﷺ کی وفات حسرتِ آیات کا سن کر شدت غم میں گھٹنوں کے بل گر گئے تھے۔

[صحیح بخاری: ۴۴۵۴]

مگر افسوس ہے ان خواہشات پرستوں اور پیٹ کے پجاریوں پر جنھیں صحابہ کرام اور اہل بیت کی اس پریشانی کا احساس تک نہیں ہوا۔ اس دن کو اپنی شکم پروری کا ذریعہ بنا کر گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے اچھلتے، کودتے، دھمال ڈالتے، دیگیں پکاتے اور خوشیاں مناتے نظر آتے ہیں۔

ظلمات بعضها فوق بعض:

اس بدعت عید میلاد کے تحت بے شمار بدعات، خرافات، ہفوات، ترہات، بیسیوں محرمات اور منکرات نے جنم لے لیا ہے۔ جیسا کہ روضہ رسول کی شبیہ بنانا، شرکیہ نعتیں پڑھنا، مجلس کے آخر میں قیام اس عقیدت کے تحت کرنا کہ نبی کریم ﷺ مجلس میں خود حاضر ہوتے ہیں، (العیاذ باللہ)۔ شیرینی تقسیم کرنا، دیگیں پکانا، دروازے اور پہاڑیاں بنانا، عمارتوں پر چراغاں کرنا، جھنڈیاں لگانا، ان پر آپ ﷺ کی نعلین شریفین کی تصویر بنانا، مخصوص لباس پہننا، تصویریں اتارنا، رقص ووجد کا اہتمام کرنا، شب بیداری کرنا، اجتماعی نوافل، اجتماعی روزے، اجتماعی قرآن خوانی، عورتوں مردوں کا اختلاط، نوجوان لڑکوں کا جلوس میں شرکت کرنا اور عورتوں کا ان کو دیکھنا، آتش بازی، مشعل بردار جلوس، جو کہ عیسائیوں کا وطیرہ ہے، گانے بجانے، فحاشی وعریانی، فسق وفجور، دکھاوا اور ریا کاری، من گھڑت قصے کہانیوں اور جھوٹی روایات کا بیان، انبیاء، ملائکہ، صحابہ کرام کے بارے میں شرکیہ اور کفریہ عقیدے کا اظہار، قوالی، لہو ولعب، مال ودولت اور وقت کا ضیاع وغیرہ، بلکہ اب تو ان پروگراموں میں بدامنی، لڑائی جھگڑا، قتل وغارت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

یہ بدعت قبیحہ، ضلالہ اور سیئہ، کم علم، جاہل اور بدعتی ملاؤں کی شکم پروری کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ جو اس بدعت کی آڑ میں اپنے مذہبی تعصب، باطل نظریات کا اظہار کرتے ہیں، تکفیر وتفسیق، فتویٰ بازی، گالی گلوچ اور بکواسات کا بازار گرم کرتے ہیں، وہ اس بدعت کو کفر اور اسلام کا معیار سمجھتے ہوئے اس پر عمل نہ کرنے والوں کو ابلیس کہتے ہیں۔ موحدین کی مساجد کے سامنے نعرہ بازی، شور وغل، ہنگامہ آرائی اور اپنے انتقامی جذبات کی تسکین بھی اسی بہانہ سے کرتے ہیں۔

حکومت اور مروّجہ عید میلا دالنبی:

واضح رہے کہ اربل میں اس بدعت سیئہ، قبیحہ اور مذمومہ کے موجد بادشاہ نے اس کو سیاسۃً رائج کیا تھا اور ہماری حکومت کی نفاق پر مبنی یہی پالیسی ہے کہ ایک طرف تو فرقہ بندی، گروہ بندی کو ناپسند کرتی ہے اور دوسری طرف فرقہ بندی کو ہوا دینے کے لیے بہت سی قومی دولت لٹا دیتی ہے۔ بلکہ یہ بدعت حکومت کی پشت پناہی میں ہورہی ہے۔ سرکاری عمارتوں پر چراغاں کیا جاتا ہے، باقاعدہ اس کو سرکاری سطح پر منایا جاتا ہے، حالاں کہ ان حکم رانوں کو یہ معلوم نہیں کہ اگر ہم اپنے اکابر اور اسلام کے یومِ پیدائش کو سرکاری سطح پر منانا شروع کردیں تو شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جس میں عید میلاد اور ''عرس شریف'' نہ ہو۔ پھر اس بدعت کی باقاعدہ ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات میں تشہیر کی جاتی ہے، بڑے بڑے سرکاری اداروں میں عورتوں کے بھی پروگرام مرتب کیے جاتے ہیں۔ دوسرے دن اخبارات میں ان پروگراموں میں شریک ہونے والی نوجوان لڑکیوں کی تصاویر بھی چھپتی ہیں۔



عید میلاد النبی ﷺ......ایک تحقیقی جائزہ؟

قاری ذکاء اللہ، حافظ آبادی

ان الحمد لله والصلوة والسلام علی رسول الله، اما بعد!

ربیع الاوّل کا چاند نظر آتے ہی شرک وبدعت کی دلدل میں پھنسے ہوئے ذہنوں میں ایک عارضی سی خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ اس ماہ میں ہونے والے رسمی افعال وبدعات چوں کہ انہیں ایک اچھائی کی صورت دکھائی دیتے ہیں اس لیے بغیر کسی کم وکاست کے یکسوئی کے ساتھ ان بدعات کو انجام دیتے ہیں۔ مال، جان ووقت کسی بھی چیز کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرتے۔ وہ مال جس سے نہ جانے کتنے ہی غرباء بے سہارا لوگوں کی مدد کی جاسکتی تھی، انھیں معاشی تنگی سے نجات دلائی جاسکتی تھی، پھر یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے منہ سے نکلنے والی دعا ان کی حیات میں بہتری کی خوش خبری لے کر آتی اور ڈھیر ساری نیکیوں کے مستحق ٹھہرتے۔ لیکن یہ کتاب وسنت کے علم سے معصوم سی ہستیاں اپنے مال کو گلی محلوں، چوراہوں اور مسجدوں کو چراغاں کرنے میں خرچ کردیتی ہیں۔ وہ قیمتی لمحات کہ جن میں کیے ہوئے نیک اعمال ان کے لیے کامیابی وکامرانی کی نوید لے کر طلوع ہوسکتے تھے، انھیں شیطانی کاموں کی ترویج میں ضائع کردیتے ہیں۔

کاش کہ یہ لوگ اس فرمانِ باری تعالیٰ کا بغور مطالعہ کرکے اس کے معنی ومفہوم کو اپنے قلوب واذہان کی تختیوں میں راسخ کرلیتے۔ اپنے دامن کو بدعات سے بچا کر، کتاب وسنت کا شفاف لباس پہن کر، اپنے مالک کے حضور ایک مقرب کی حیثیت حاصل کرلیتے۔ لیکن لوگ ہیں کہ حقیقت کی طرف دیکھتے ہی نہیں۔ (سچ ہے حقیقت خرافات میں کھو گئی۔) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾

''اور تو فضول خرچی نہ کر، یقیناً فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں اور شیطان تو اپنے ربّ کا ناشکرا ہے۔'' [بنی اسرائیل: ۲۷]

مفتی احمد یار خاں نعیمی اپنی کتاب جاء الحق [ج:۱، ص:۲۴۳] پر لکھتا ہے: کسی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ لا خیر فی السرف اسراف میں بھلائی نہیں۔ فوراً جواب دیا لا سرف فی الخیر بھلائی میں خرچ کرنا اسراف نہیں۔ لیکن ہم مؤدبانہ سی گزارش پیش کریں گے کہ پورے قرآنِ مجید سے احادیث نبویہ سے یا اقوال صحابہ سے صرف ایک ایسی دلیل تو پیش کرو جس میں صراحتاً یہ لکھا ہو کہ عید میلاد النبی ﷺ بھی بھلائی ہے اس بارے نہ تو کوئی آیت قرآنی سے نہ حدیث نبوی ﷺ سے اور نہ ہی قولِ صحابی ہے تو پھر اسے بھلائیوں میں شمار کرنا۔ گویا کہ دین اسلام میں اضافہ کرنا ہے۔ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو کسی بھلائی کا علم نہ ہوسکا اور چودہ سو سال بعد پیدا ہونے والے ملاں نے ایک بدعت کو نیکی بتا کر دین میں داخل کردیا۔ آگے چل کر ہم ان شاء اللہ یہ ذکر کریں گے کہ عید میلاد النبی منانا یہ سنت ہے یا بدعت ہے۔ اس مختصر سی تمہید کے بعد اس بدعت کے آغاز پر نظر ڈالتے ہیں۔

عید میلاد النبی ﷺ تاریخ کے تناظر میں:

تقریباً ہر دور میں جہاں دعوت الی التوحید والسنہ کا فریضہ سرانجام دینے والے اہل ایمان رہے۔ وہیں پر ان کے برعکس دعوت الی الشرک والبدعۃ کے ایلچی بھی اپنے افعال قبیحہ کو منزل مقصود تک پہنچانے کے لیے سرگرم عمل رہے۔ ۳۶۲ھ میں فاطمی خلفاء نے چھ قسم کی موالید کا

اہتمام کیا۔ میلاد النبی ﷺ، میلاد حسن، میلاد حسین، میلاد فاطمہ، خلفاء کا میلاد اور میلاد علی۔ لیکن افضل بن امیر الجیوش نے اپنے دور حکومت میں انھیں ختم کر دیا۔

القول الفصل فی حکم الاحتفال بمولد خیر الرسل ۔ [ص:٦٧]

پھر اس کے بعد اربل کے بادشاہ مظفر الدین کوکبوری نے ٦٠٤ھ میں عید میلاد النبی ﷺ کا اہتمام کیا۔ اس بدعت کو مزید ترویج دینے کے لیے ایک باطل پسند ملاں نے ایک تصنیف لکھی۔ اور اس کے موقف کو مزید تقویت پہنچائی اور ایک ہزار دینار انعام حاصل کیا۔ اس نے اپنی کتاب کا نام (التنویر فی مولد البشیر النذیر) رکھا۔

علمائے بریلویہ نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس کا وجود قرون الثلاثہ میں نہیں تھا۔ چناں چہ مفتی احمد یار خاں نعیمی اپنی کتاب جاء الحق [ج:١، ص:٢٣٦] پر امام سخاوی کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

قال السخاوی لم یفعله احد من القرون الثلثه وانما حدث بعد ثم لا زال اهل الاسلام من سائر الاقطار والمدن الکبار یعملون المولد ویتصدقون بانواع الصدقات ویعتنون بقراءۃ مولدہٖ الکریم ۔

''امام سخاوی نے فرمایا کہ میلاد شریف تینوں زمانوں میں کسی نے نہ کیا بعد میں بعد میں ایجاد ہوا۔ پھر ہر طرف کے اور ہر شہر کے مسلمان ہمیشہ مولود شریف کرتے رہے اور کرتے ہیں اور طرح طرح کے صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور حضور ﷺ کے میلاد پڑھنے کا ہزارا اہتمام کرتے ہیں۔''

محترم قارئین کرام یہ ہے اس کی تاریخی حیثیت ......

جس چیز کا وجود نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں نہ تھا، اسے سنت کہنا، پھر اس کے ثبوت کے لیے نصوصِ شرعیہ کی تاویلات باطلہ کرنا، اور مزید عبدالحق محدث دہلوی، ابن حجر ہیثمی، اسماعیل حقی، ابن جزری، قسطلانی، مجدد الف ثانی، سخاوی، عبداللہ سرج حنفی، زین الدین، ولی اللہ محدث دہلوی، عبدالعزیز محدث دہلوی جیسے بزرگانِ دین کے اقوال کو پیش کرنا جب کہ یہ حجج شرعیہ میں سے کوئی حجت بھی نہیں۔ یقیناً حق وانصاف سے عاری ہونا ہے۔

مقام تدبر وتفکر:

نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک جلیل القدر صحابی براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تو اپنے بستر پر آنے لگے تو نماز کے وضو کی طرح وضو کر اور اپنے دائیں طرف لیٹ کر یہ دعا پڑھ:

اللهم اسلمت وجهی الیك وفوضت امری الیك والجأت ظهری الیك رغبةً وَّرهبة الیك لا ملجأً ولا منجأً منك الا الیك اللهم امنت بکتابك الذی انزلت ونبیك الذی ارسلت ۔

''اے اللہ! میں نے اپنا چہرے کو تیرے لیے مطیع کیا اور اپنے معاملہ کو تیرے سپرد کر دیا اور تجھے اپنا پشت پناہ بنایا۔ تیری طرف رغبت رکھتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے تیرے سوا پناہ گاہ اور نجات کی کوئی جگہ نہیں۔ اے اللہ! میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جسے تو نے نازل فرمایا اور تیرے اس نبی پر بھی جسے تو نے مبعوث کیا۔''

پھر نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر تو اس رات فوت ہو گیا تو فطرت اسلام پر ہوگا، اور ان کلمات کو اپنے آخری کلمے بنا۔ صحابی رسول ﷺ فرماتے ہیں پھر میں نے ان کلمات کو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے دوبارہ پڑھا۔ جب یہ کلمات پڑھے: اللهم امنت بکتابك الذی انزلت میں نے اس کے بعد والے کلمہ کو یوں پڑھا ورسولك آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں ونبیك الذی ارسلت ہی کہو۔ [بخاری، کتاب الوضوء، رقم الحدیث: ٢٤٧]

واقعی یہ مقام تدبر وتفکر ہے کہ جب کسی صحابی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دین میں ردّ وبدل یا کمی وبیشی کرے تو آج کے ملاں کو یہ مقام کس نے تفویض کیا کہ وہ جو چاہے کرتا رہے۔ بقول مولانا حالی

مگر مسلمانوں پر کشادہ ہیں راہیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

چند کلمات مذمت بدعت کے بارے:

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اذا حدثتکم حدیثاً فلا تزیدن علیه ۔

''جب میں تمھیں کوئی بات بیان کروں تو اس میں اضافہ مت کرو۔'' [مسند احمد: ۵/ ۱۱، رقم الحدیث: ۱۹۱۸]

ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من عمل عملاً لیس علیه امرنا فهو ردٌّ ۔ [مسلم کتاب الاقضیة، باب نقض الاحکام الباطله، رقم الحدیث: ۱۷۱۸]

''جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پر ہماری طرف سے ثبوت موجود نہیں تو وہ کام مردود ہوگا۔''

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

من ابتدع فی الاسلام بدعة یراها حسنة فقد زعم ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم خان الرسالة لان الله عزوجل یقول ﴿الیوم اکملت لکم دینکم﴾ فمالم یکن یومئذ دیناً فلا یکون الیوم دیناً ۔

''جس نے اسلام میں بدعت ایجاد کی اور اسے اچھا خیال کیا گویا کہ اس نے گمان کر رکھا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت میں خیانت کی ہے اس لیے کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے (آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا) پس جو چیز اس وقت دین نہیں تھی وہ آج بھی دین نہیں ہے۔'' [الاعتصام: ۱/۴۹]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اتبعوا آثارنا ولا تبتدعوا فقد کفیتم ۔

یعنی ''تم لوگ ہمارے (صحابہ کے) نقش قدم پر چلو اور نئی نئی عبادت نہ گھڑو تم سے پہلے عبادات کا تعین ہو چکا ہے۔''

کل عبادة لم یتعبّدها اصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فلا تعبدوها الی ان قال خذوا بطریق من کان قبلکم۔

''جس طریقے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عبادت نہیں کی تم بھی اس طریقے کو عبادت نہ سمجھو بلکہ اپنے اسلاف (صحابہ کرام) کا طریقہ اختیار کرو۔'' [کتاب الاعتصام: ۲/ ۱۳۲]

مولانا مودودی رحمہ اللہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

شرعی اصطلاح میں جس چیز کو بدعت کہتے ہیں اس کی کوئی قسم حسنہ نہیں ہے بلکہ ہر بدعت سیئہ اور ضلالہ ہی ہے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے کل بدعة ضلالہ البتہ لغوی اعتبار سے محض نئی بات کے معنی میں بدعت حسنہ بھی ہو سکتی ہے اور سیئہ بھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نمازِ تراویح باجماعت کے بارے میں نعمت البدعة هذه کے الفاظ جو فرمائے تھے ان میں بدعت سے مراد اصطلاحی بدعت نہیں بلکہ لغوی بدعت ہی ہو سکتی ہے۔ اس لیے اسے بدعت کی ایک قسم حسنہ قرار دینے کے لیے دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ [حصہ سوم، ص: ۳۵۷، رسائل ومسائل]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان الله حجب التوبة عن کل صاحب بدعة ۔

[مجمع الزوائد: ۱۰/ ۱۹۲]

''بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر صاحب بدعت سے توبہ کو روک لیا ہے۔''

ایک عظیم محدث امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

البدعة احب الی ابلیس من المعصیة المعصیة یتاب منها والبدعة لا یتاب منها ۔

''بدعت ابلیس کو معصیت سے زیادہ محبوب ہے اس لیے کہ معصیت سے تو توبہ کی جاسکتی ہے۔ جب کہ بدعت سے توبہ نہیں کی جاسکتی ہے۔'' [شرح السنه: ۱/ ۲۱۶]

دعوتِ فکر:

(ا)...... ربیع الاوّل کے دن کو عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے موسوم کرنے والوں سے ہم مؤدبانہ گزارش کرتے ہیں کہ پورے قرآن مجید یا ذخیرہ حدیث میں سے کوئی ایک دلیل ایسی دکھلا دو جس میں اللہ ربّ العزت نے یا نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۲ ربیع الاوّل کو عید کا دن کہا ہو۔ آج پوری روئے زمین کی اگر بریلویت آجائے تو اس چیلنج کو قبول نہیں کرسکتی۔ قبول کرے بھی کیسے کیوں کہ اس کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔ صد حیف کہ آج اسلام کے دعویداروں نے بے حقیقت اشیاء کو اسلام میں داخل کرنے کے لیے سرتا پا سارا زور لگا دیا۔ لیکن پھر بھی کامیابی کی منزل کو حاصل نہ کرسکے۔ آؤ ہم دکھلاتے ہیں نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ کو عید کا دن کہا ہے اس کا ثبوت احادیث نبویہ میں موجود ہے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانثار صحابی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا:

ینھی عن صوم ھذین الیومین امّا یوم الفطر ففطر کم من صومکم وعید للمسلمین واما یوم الاضحی فکلوا من لحوم نسککم ۔ [ترمذی، کتاب الصوم، باب کراھیة الصوم یوم الفطر والنحر]

''آپ ﷺ نے ان دو دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا فطر کا دن تمہارے روزہ کھولنے (یعنی رمضان پورا) ہونے اور مسلمانوں کے عید کا دن ہے۔ اور اضحیٰ کا دن اس میں تم اپنی قربانیوں کے گوشت کھاؤ۔''

ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

یوم عرفة ویوم النحر وایام التشریق عیدنا اھل الاسلام وھی ایام اکل وشرب ۔ [ترمذی، کتاب الصوم، باب کراھیة الصوم فی ایام التشریق، رقم الحدیث: ۷۷۳]

''عرفہ کا دن اور دس ذوالحجہ کا دن اور ایامِ تشریق (گیارہ بارہ تیرہ ذوالحجہ) ہم مسلمانوں کی عید کے دن ہیں اور یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔''

یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ یہ دونوں عید کے دن تھے تب تو ان کا ذکر بھی فرما دیا اگر بارہ ربیع الاوّل بھی عید کا دن ہوتا تو لازماً رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہیں نہ کہیں اس کا ذکر ضرور فرما دیتے۔ ان کا ذکر نہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ اس عید کا تعلق اسلام سے کچھ نہیں یہ بعد کی بدعت ہے۔

(ب)...... اسلام نے دو عیدوں کا تصور ہمیں دیا ہے اور انھیں منانے کا طریقہ بھی بتلا دیا کہ اس دن نماز عیدین ادا کی جاتی ہے۔ غسل، نیا لباس، خوشبو، قربانیاں ذبح کرنا اور اس کے علاوہ دوسرے کام جو روزِ عید مسنون ہیں ان کا ذکر احادیث میں موجود ہے۔ لیکن جو تم نے تیسری عید کو ایجاد کیا ہے اس کے منانے کا طریقہ کیا ہے؟ ذرا حدیث رسول ﷺ سے ثابت تو کرو۔ یقیناً پوری بریلویت اس طریقہ مروّجہ کو حدیث رسول ﷺ سے ثابت کرنے سے عاجز ہے۔ بس ہماری طرف سے تو دعوتِ فکر ہے۔ خدارا! ان بدعات کو ترک کر کے سنت رسول ﷺ کو اپنانے کی کوشش کرو۔

(ج)...... پھر یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ۱۲ ربیع الاوّل کے دن لوگ اپنے اپنے گھروں کے سامنے مٹی سے بیت اللہ کا نقشہ بناتے ہیں اور پھر یہ اشعار بھی کہتے جاتے ہیں:

سنا ہے آپ ہر عاشق کے گھر تشریف لاتے ہیں
ہمارے گھر میں بھی ہوجائے چراغاں یا رسول اللہ

اللہ ربّ العزت شرک وبدعت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر توحید وسنت کی روشنی عطا فرمائے اور صحیح معنوں میں کتاب وسنت کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

مجوزین کے دلائل اوران کا تجزیہ:

(۱)...... ﴿ وَ مُبَشِّراً بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ﴾ [صف:٦]

''میں ایسے رسول کی خوش خبری دینے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گےان کا نام پاک احمد ہے۔''

[جاء الحق،ص:۲۳۳،ج:۱]

(۲)...... ﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا ﴾ [آلِ عمران:١٦٤]

''اللہ نے مسلمانوں پر بڑا ہی احسان کیا کہ ان میں اپنے رسول علیہ السلام کو بھیج دیا۔''

(۳)...... ﴿ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ ﴾ [التوبۃ:٣٣]

''رب العالمین وہ قدرت ہے جس نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔'' [جاء الحق:۱/۲۳۲]

مفتی احمد یار نعیمی نے ان تینوں آیات کو جواز میلاد کے لیے پیش کیا ہے۔کوئی بھی صاحب عقل ودانش جب ان آیات کو پڑھے گا اور ان کے معنی ومفہوم کو سمجھنے کی کوشش کرے گا۔تو یقیناً اس مقام پر پہنچے گا کہ اس سے عید میلاد النبی ﷺ کا جواز پیش کرنا،علم وعقل سے بعید ہے۔کیوں کہ ۱۲ ربیع الاوّل کو جو کچھ ہوتا ہے کسی ایک چیز کا بھی ان آیات میں ذکر نہیں۔

جب کسی چیز کا بھی ان میں ذکر نہیں تو پھر ان آیات بینات سے میلاد النبی ﷺ کے مسئلہ کو استنباط کرنا، جہالت کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ ہر آدمی کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ قرآنِ مجید میں جہاں کہیں بھی حضور ﷺ کے آنے کا ذکر ہے۔اس سے مراد آپ ﷺ کی بعثت اور پیغام نبوت کے لیے کھڑا ہونا ہے تا کہ کوئی قوم یہ نہ کہہ سکے کہ ﴿ مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّ لَا نَذِيْرٍ ﴾[المائدۃ: ١٩]''ہمارے پاس کوئی خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا۔'' حضور ﷺ کی تشریف آوری کو آپ ﷺ کے بیان وحمد کے ساتھ مربوط کیا تا کہ تشریف آوری سے مراد آپ ﷺ کی بعثت لی جائے۔فرمایا:

﴿ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ ﴾ [المائدۃ: ١٩]

''اے کتاب والو! بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ہمارے احکام بیان کریں۔ بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا موقوف ہوگیا۔''

﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ﴾ [التوبۃ:١٢٨]

''البتہ تحقیق تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔''

④...... مفتی احمد یار خاں نعیمی اپنی کتاب جاء الحق [ج:۱، ص:۲۳۹] پر لکھتا ہے: اور اگر بدعت ہو بھی تو ہر بدعت حرام نہیں۔ یہ تو مفتی صاحب کی ایک ذاتی اختراع تھی جسے انھوں نے اپنی تصنیف جاء الحق میں ذکر کیا ہے تا کہ عوام الناس کے درمیان اس بدعت کو کسی نہ کسی طریقہ سے بس رائج کر دیا جائے چاہے وہ بدعت حسنہ ہو یا سیئہ۔لیکن آیئے ذرا فرمان نبوت ﷺ سے اس مسئلہ کے بارے رہنمائی حاصل کرتے ہیں کہ اس کی حقیقت کا تعلق کہاں تک درست ہے یا ہے ہی بے بنیاد چیز؟ فرمان نبوی ﷺ:

فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد ﷺ وشر الامور محدثاتها وكل بدعة ضلالة ـ [مسلم، كتاب الجمعه باب تخفيف الصلوة والخطبة، رقم: ٤٣]

''بے شک سب سے بہترین حدیث اللہ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت وسیرت محمد ﷺ کی ہدایت ہے اور کاموں میں برے کام وہ ہیں جو نئے ایجاد کیے گئے ہوں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

نسائی میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة

فی النار۔ [نسائی، کتاب العیدین، باب کیف الخطبة، رقم: ۱۵۷۷۔ ابن خزیمه، کتاب الجمعه: ۱۷۸۵]

''ہرنئی ایجاد کردہ چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہرگمراہی جہنم میں (لے جانے والی) ہے۔''

نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان فرامین سے معلوم ہوا کہ بدعت خواہ حسنہ ہو یا سیئہ وہ گمراہی ہے اور گمراہی انسان کو جہنم میں لے جاتی ہے۔ یہاں پر لفظ کل قابل غور ہے۔ ظاہر ہے کسی چیز پر کل کا اطلاق تب ہوتا ہے، جب اس شے کے تمام اجزاء اس میں شامل ہوں۔ بدعت چاہے جتنے مرضی اجزاء میں تقسیم کر دیا جائے جب نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کل بدعة کہہ دیا تو ہر ایک چیز کی تردید ہوگئی۔

③...... علامہ محمد ظفر عطاری اپنی تصنیف ''حق پر کون'' کے [ص:۲۲۷] پر لکھتا ہے ''یعنی یہ خوشی منانا دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے۔ کیوں کہ یہ خوشی عبادت ہے جس کا ثواب بے حساب ہے۔''

علامہ موصوف کی اس عبارت سے دو باتیں منظر عام پر آتی ہیں:

①......میلاد النبی ﷺ پر خوشی منانا عبادت ہے۔

②......اس عبادت کے فاعل کو بے حساب ثواب ملے گا۔

ہم سب سے پہلے اوّل الذکر شے پر بحث کرتے ہیں کہ اس کا تعلق درستی کے ساتھ کہاں تک ہے؟ نماز ایک عبادت ہے اس کے کرنے کا اللہ پاک نے حکم دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [الحج:۷۷]

''اے اہل ایمان! تم رکوع کرو، سجدہ کرو، اور اپنے ربّ کی عبادت کرو، اور نیک کام کرو، تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔''

اسی طرح اپنے ربّ کے سامنے دست سوال کو پھیلانا یہ بھی عبادت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴾

''اور تیرے ربّ نے کہا تم مجھے پکارو میں تمہاری (پکار) قبول کروں گا بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں۔ عنقریب وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔'' [المومن:٦٠]

یہاں دعا سے مراد عبادت ہے جیسا کہ آیت کے سیاق سے ظاہر ہے۔ حدیث نبوی ﷺ:

الدعا هو العبادة۔ [بلوغ المرام، کتاب الجامع]

''دعا ہی عبادت ہے۔''

اگر ۱۲ ربیع الاوّل کو جلوس نکالنا، بازاروں، گھروں، چوراہوں اور مساجد میں چراغ کرنا، کھانے پکانا، یہ تمام کام عبادت ہیں تو پھر لاؤ قرآن کی ایک آیت یا حدیث رسول ﷺ ﴿ هاتوا برهانكم ان كنتم صدقين ﴾ [البقرة] ''لاؤ اپنی دلیل کو اگر تم سچے ہو؟''

اب آتے ہیں ثانی الذکر شے کی طرف۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب ﴾

''صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا۔''

یعنی صبر ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے فاعل کو شمار سے باہر اجر دیا جائے گا اور اس چیز کا ذکر خود باری تعالیٰ نے اپنے کلام میں کر دیا۔ اگر ۱۲ ربیع الاوّل کو بدعات کرنا، ایسی عبادت ہے کہ اس کا اجر بے حساب دیا جائے گا تو لاؤ ایک ایک ہی سہی دلیل پیش تو کرو۔ بات کرنا آسان مگر عمل مشکل ہے۔ اگر اہمیت کی متحمل چیز ہوتی تو اللہ ربّ العزت ضرور اپنے کلام میں اور رسول اللہ ﷺ اپنے فرمان میں اس کا ذکر فرما دیتے۔

مفتی احمد یار نعیمی نے جاء الحق [ج:۱،ص:۲۳۲] میں جواز میلاد پر اس آیت قرآنی سے بھی استدلال کیا ہے:

﴿ قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا ﴾

''یعنی اللہ کے فضل ورحمت پر خوب خوشیاں مناؤ۔''

اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے مفتی صاحب نے تحریف قرآنی کا صحیح معنی میں حق ادا کیا ہے۔

گستاخِ قرآن وگستاخِ رسول ﷺ کے فتویٰ دوسروں پر اور اپنی ذات سے بالکل لاعلم کہ اپنے مطالب کے حصول کے لیے معنیٰ قرآن کو بھی بدل دیا سچ کہتے ہیں، خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں۔ آج تک کسی مفسر نے بھی اس آیت کریمہ سے میلاد النبی کے جواز پر استدلال نہیں کیا۔ بلکہ اس سے مراد تو اسلام، ایمان اور قرآن ہے۔ عبداللہ بن عباس، مجاہد، حسن بصری اور قتادہ وغیرہ مفسرین نے فضل سے مراد اسلام اور رحمت سے مراد قرآن لیا ہے۔

وهذا قول عامة المفسرين ۔

عام مفسرین کا یہی قول ہے، دیکھئے: **الوسیط فی تفسیر القرآن المجید: ۲/ ۵۵۱۔ البغوی: ۲/ ۳۵۸۔ القرطبی: ۸/ ۲۲۸۔ ابوحیان: ۵/ ۱۷۱۔ الدر المنثور: ۳/ ۳۰۸۔ جامع البیان: ۷/ ۱۶۰۔ روح المعانی: ۶/ ۱۴۰۔ زاد المسیر فی علم التفسیر: ۴/ ۳۲۔ تفسیر السمرقندی: ۲/ ۱۰۲۔ کشاف: ۲/ ۱۹۴۔ تفسیر القاسمی المسمی محاسن التاویل: ۹/ ۴۷۔**

معلوم ہوا کہ تمام مفسرین کے نزدیک **بفضل الله وبرحمة** سے مراد نبی کریم ﷺ کی ذات نہیں بلکہ اسلام، ایمان وقرآن ہے۔ کسی بھی قرآنی آیت کا اصل معنیٰ اور مفہوم کے علاوہ تفسیر بالرائے کرنا درست نہیں۔

عید میلاد النبی ﷺ کے جواز کے لیے ابولہب کے واقعہ کو بھی ذکر کیا جاتا ہے جیسا کہ مفتی احمد یار نے جاء الحق [۱/ ۲۳۵] اور ظفر عطاری نے حق پر کون [ص:۲۲۰] پر ذکر کیا۔ لیکن اس سے استدلال جائز نہیں جو اس واقعہ سے استدلال کرتا ہے دو باتوں سے خالی نہیں یا تو اس کا عقیدہ ہے کہ کافر کو نیک اعمال کی جزا نہیں ملتی۔ اس صورت میں اس سے استدلال خود بخود ہی ناجائز ہوا یا پھر اس کا عقیدہ ہے کہ کافر کو بھی نیک اعمال کی جزا ملے گی۔ اس صورت میں قرآن سے اختلاف ہوتا ہے کیوں کہ قرآن میں ارشاد ہے:

﴿ **اولئك الذين كفروا بايت ربهم ولقائه فحبطت اعمالهم فلا نقيم لهم يوم القيامة وزنا** ﴾ [کہف]

''یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے ربّ کی آیتوں کا (یعنی کتب الٰہیہ کا) اور اس سے ملاقات کا انکار کررہے ہیں۔ سو ان کے سارے اعمال غارت ہوگئے تو قیامت روز ہم (ان کے نیک اعمال) کا ذرا بھی وزن قائم نہ کریں گے۔''

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ **وقدمنا الى ما عملوا من عمل فجعلته هباء منثورا** ﴾ [الفرقان]

''اور ہم (اس روز) ان کے (یعنی کفار کے) ان (نیک) کاموں کی طرف جو کہ وہ (دنیا میں) کرچکے تھے متوجہ ہوں گے سو ان کو ایسا بیکار کردیں گے جیسے پریشان غبار۔''



غیر اسلامی رسوم ورواج اور ان کی تباہ کاریاں

نعیمہ صدیقہ بنت عبدالحمید ابوالبرکات احمد رحمہ اللہ

سلامیاں دینا:

شادی کے موقع پر بارات والے دن دولہا کو سٹیج پر اکٹھا بٹھا دیا جاتا ہے، پھر جتنے عزیز واقارب مہمان آئے ہوتے ہیں وہ کچھ نہ کچھ رقم دلہن کو اور دولہا کو ''سلامی'' دیتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ سلامی کی یہ رسم دراصل شادی کرنے والوں کے ساتھ ایک تعاون اور ان کی شادی کی خوشی کا ایک تحفہ ہے لیکن آج یہ رسم نہایت ہی بری صورت اختیار کر چکی ہے۔اس میں تبدیلی لازمی ہوگی۔

بری یابری:

یہ دولہا والوں کی طرف سے دلہن والوں کے لیے تحائف مثلاً زیورات، کپڑے اور دیگر اشیا پر مشتمل ہوتی ہے، یہ ویسے تو جائز اور مستحسن ہے لیکن جب یہ تحائف نمود ونمائش اور ریا کاری کے زمرے میں آتے ہیں تو پھر یہ رسم بن جاتے ہیں، اور ایمان کے ضیاع کا سبب بن جاتے ہیں، جیسا کہ لوگ ایک ایک چیز کر کے لڑکی والوں کو اور جو بھی آئے اسے دکھاتے ہیں، اور داد وصول کرتے ہیں ، اور اس کے ساتھ ساتھ بری کی فلم بھی تیار کی جاتی ہیں۔

چھ کلمے:

یہ چھ کلموں کا چکر بھی عجیب ہے، حالانکہ شریعت میں باقاعدہ طور پر ان کا وجود نہیں ہے، بلکہ یہ خاص مواقع کی دعائیں ہیں، اور انہیں چھ کلمے بنا کر دولہا دلہن کو بوقت نکاح پڑھائے جاتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دولہا دلہن پہلے غیر مسلم تھے اور ابھی ابھی اسلام قبول کیا ہے لہذا انہیں کلمے پڑھائے جائیں ، یہ بدعت ہے، کیونکہ جو کوئی مسلمان ہوتا ہے تو سب سے پہلے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے، لیکن کوئی بھی چھ کلمے نہیں پڑھتا اور نہ ہی نبی کریم ﷺ نے ایسا کیا ہے اس لیے یہ ہندو وانہ رسم سے اجتناب ضروری ہے۔ کیونکہ ہندو بھی شادی کے موقع پر الٹے سیدھے اشلوک دولہا دلہن کو پڑھاتے ہیں۔

بدیابد:

نکاح کے بعد دولہا والے پیکٹوں میں یا کھلی میٹھی اشیاء پر مشتمل چیزیں تقسیم کرتے ہیں، جنہیں زبان عام میں ''بد'' کہا جاتا ہے، اور پھر اس کے کم اور زیادہ، اعلیٰ گھٹیا پر بھرپور تبصرے ہوتے ہیں کسی کو کنجوس کہا جاتا ہے اور کسی کی تعریفیں کی جاتی ہیں۔ اگر سنت رسول ﷺ پر عمل کرنا مقصود ہو تو بوقت نکاح دودھ اور مٹھائی سے ہی منہ میٹھا ہو سکتا ہے ایسی رسموں کی نوبت ہی نہیں آتی۔

سربالہ صاحب:

اسلامی شادی چونکہ سادہ سی اور مختصر ہوتی ہے، اس لیے اس میں فضولیات کا سرے سے نام ہی نہیں ہوتا، لیکن جو شادیاں غیر اسلامی ہوں پھر ان میں ان لوگوں کو ''وخت'' ہی پڑے رہتے ہیں، نئی نئی رسمیں نئے اور انوکھے کام کرنے پڑتے ہیں، انہی ''وختوں'' میں ایک ''سربالہ صاحب'' بھی ہیں ، جو دولہا کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں ، یہ صاحب دولہا صاحب کو آنے والے خطرات سے آگاہ فرماتے ہیں ،وہ اس طرح کہ دودھ پلائی کی رسم میں سربالہ پہلے دودھ چکھتا ہے اور پھر دولہا صاحب کو ہاں یا ناں میں خبردار کرتا ہے۔ یہ فضول اور گھٹیا رسم ہے۔

قرآن مجید کا سایہ اور چوکھٹوں پر تیل

دولہا اور دلہن کو رخصت کرتے وقت گھر کے بزرگ اور بوڑھے افراد میں سے کوئی شخص قرآن مجید کو ان کے سروں کے اوپر اٹھائے رکھتا ہے اور اس سے یہ شگون لیا جاتا ہے کہ یہ شادی بابرکت اور بخیر وخوبی انجام پائے۔ حالانکہ اگر عقلمندی سے سوچا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خیر وبرکت تو اس کتاب کے احکام پر عمل کرنے سے ہوگی۔ اَفَــــــلَا تَعْقِلُوْنَ؟

اور اسی کے ساتھ ساتھ جب دولہا دولہن دروازے سے نکلتے ہیں یا داخل ہوتے ہیں تو دروازے کی چوکھٹوں پر تیل ڈالا جاتا ہے، یہ ایک جاہلانہ، غیر اسلامی اور فضول رسم ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اچھے بھلے مسلمانوں کو کیا ہوگیا ہے؟ وہ کس ڈگر پر چل پڑے ہیں؟

نیوندرا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ﴾ [المدثر]

''اس نیت سے احسان نہ کرو، کہ تم زیادہ طلب کرسکو۔''

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ولیمہ کے موقع پر جولوگ شریک ہوئے ہوتے ہیں، انہیں کھانا کھلانے کے بعد ان سے پیسے وصول کیے جاتے ہیں، جسے نیوندرا کہتے ہیں اس کا دوسرا نام نیوتہ بھی ہے، اور یہ رسم شادی کا ایک اہم حصہ بن چکی ہے کہ ایک آدمی رجسٹر لے کر بیٹھ جاتا ہے اور ایک ایک فرد سے نیوتہ وصول کرتا ہے، اگر کوئی نہ دے تو نوبت لڑائی جھگڑے تک پہنچ جاتی ہے، اور جو کم دے تو اسے کہا جاتا ہے کہ ہم تو تمہارے بیٹے کی شادی پر اتنا دے کر آئے تھے، تم کم از کم اتنا تو دو یا اس سے زیادہ دو۔ یہ کمینگی کی علامت ہے، جو کہ سراسر فضول اور غیر اسلامی ہے، اور جس نبی ﷺ کا ہم کلمہ پڑھتے ہیں اس کے طریقے کے خلاف ہے، آپ ﷺ کا حکم ہے کہ حسب توفیق ولیمہ ضرور کریں خواہ کسی بھی چیز کے ساتھ، لیکن یہ تو نہیں فرمایا کہ آنے والے مہمانوں سے اس کی قیمت بھی وصول کی جائے، اور احسان جتلا کر قیمت لی جائے۔ سوچنے کا مقام ہے، اور کمینے پن سے بچنے کا مقام ہے۔

تحائف دینے سے تو اسلام نے بھی منع نہیں کیا، لیکن چمٹ کر تحائف لینے کا کیا مزہ؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوْهَا إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا﴾ [النساء]

''اور جب کوئی تمہیں تحفہ دے، پس تم اس سے اچھا تحفہ دو یا اسی (کی مانند) وہ لوٹا دو، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے۔''

منہ دکھائی:

جب بارات دلہن لے کر واپس دولہا کے گھر آتی ہے تو اسے ایک کمرے میں بٹھا دیا جاتا ہے اور عورت کا منہ دیکھنے کے لیے عزیز واقارب کی عورتیں جمع ہوتی ہیں، سب سے پہلے ساس یا خاندان کی کوئی بوڑھی عورت بہو کا منہ دیکھتی ہے، اور اس کے ساتھ بہو کو منہ دکھلائی کی کوئی چیز پیش کرتی ہے، پھر اسی طرح دیگر عورتیں بہو کا منہ دیکھتی ہیں اور کوئی نہ کوئی چیز پیش کرتی ہیں جس کے پاس منہ دکھلائی کے لیے کچھ نہ ہوا سے منہ نہیں دکھلایا جاتا، پھر ستم بالائے ستم یہ کہ اس رسم بد میں غیر محرم افراد یعنی دیور جیٹھ وغیرہ بھی شامل ہوتے ہیں۔

گود بٹھائی:

یہ رسم بد دو طرح سے ادا کی جاتی ہے:

ا۔ یہ کہ کسی کا بچہ بہو کی گود میں بٹھا دیا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ نئی دلہن کی گود میں بچہ اس لیے بٹھا جاتا ہے کہ اس کی گود بھی ہری ہو اور دلہن بانجھ نہ نکلے۔ حالانکہ ایسے شگون لینے سے اسلام نے منع کیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ

یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّإِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاءُ عَقِيمًا ۚ إِنَّهٗ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴾ [الشوریٰ: ۴۹، ۵۰]

''اللہ ہی کے لیے زمین وآسمان کی بادشاہت ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے لڑکیاں عطا کرتا ہے، اور جسے کو چاہتا ہے لڑکے عطا کرتا ہے، یا لڑکے لڑکیاں ملا کر عطا کرتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر ڈالتا ہے، بے شک وہی جاننے والا قدرت والا ہے۔''

② ...... یہ کہ جوان دیور یا جیٹھ دلہن کی گود میں بیٹھ جاتا ہے، جب تک دلہن اسے تحفہ نہ دے دے، وہ اس کی گود نہیں چھوڑتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ "

''خبردار! عورتوں میں (اچانک) داخل نہ ہوا کرو۔''

ایک آدمی نے پوچھا:

" يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ ؟ "

''اے اللہ کے رسول! دیور (اور جیٹھ) کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

" اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ " [صحیح بخاری]

''دیور جیٹھ ہی موت (کی طرح خطرناک) ہیں۔''

ایسی بے ہودہ رسموں کا نتیجہ آخر طلاق ہی ہوتی ہے یا قتل وغارت ہوتی ہے۔ (معاذ اللہ من ذالک) بہت ہی کم شادیاں پایہ تکمیل تک پہنچ پاتی ہیں۔

چوتھا دن اور مسلمان:

بعض لوگ شادی کے دوسرے روز اور بعض چوتھے روز دلہن کو واپس اپنے گھر لے آتے ہیں اور کچھ دن اسے گھر رکھنے کے بعد خاوند کو واپس اپنے گھر لے جانے کی اجازت دیتے ہیں، اور پھر دلہن اس موقع پر اپنے سسرالی گھرانے کی ہر فرد کے لیے ایک ایک جوڑا کپڑوں کا لازمی لے کر جاتی ہے۔

یہ تو مستحب ہے کہ دلہن کو شادی کے بعد اپنے میکے والوں سے جلد ملایا جائے، اور یہ خاوند کی ذمہ داری ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس ملاقات کو بھی رسم بنالی جائے اور اس پر پابندی سے عمل کروایا جائے۔

دولہا و دلہن کا مزار پر حاضری دینا:

دلہا اور دلہن کی شہر یا گاؤں کے کسی بڑے مزار پر حاضری دلوائی جاتی ہے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بزرگوں، ولیوں، اور نبیوں کی قبروں پر جانے سے فیض ملتا ہے بلکہ اس سے بھی آگے یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ان کی قبروں اور مزاروں پر حاضری نہ دی جائے تو یہ ناراض ہوتے ہیں اور مشکل کے وقت کام نہیں آتے۔ یہ شرکیہ رسم ہے۔

کیوں کہ مشکل کشا، حاجت روا، فریاد رس، مجیب الدعوات، رازق وخالق ومالک ورب اللہ ذوالجلال والاکرام مقدس ہے۔

قرآن سے شادی:

ایک طرف تو شادی کے نام پر بے جا مال خرچ کیا جاتا ہے، اور غیر اسلامی رسوم کی انتہاء کردی جاتی ہے، تو دوسری طرف شادی کو اپنے لیے ایک بوجھ سمجھا جاتا ہے، اور اس بوجھ سے بچنے کے لیے والدین اپنی بیٹیوں کا نکاح ''قرآن'' سے کردیتے ہیں۔ اور بعض ایسی عورتیں بھی موجود ہیں جو شادی نہ کرنے کا بہانہ یہ کرتی ہیں کہ ''جی! میں نے تو مدرسہ سے، یا قرآن سے، شادی کر رکھی ہے۔'' (استغفر اللہ، معاذ اللہ)

اس رسم کی تفصیل کچھ یوں ہے:

''سندھ کے بڑے زمیندار اور گدی نشین جو زمین کو اپنا سب کچھ اور جھوٹی شان کو روحانیت سمجھتے ہیں، وہ اپنی جاگیر اور جھوٹی شان کو بچانے اور برقرار رکھنے کے لیے اپنی لخت جگر تک کو ظلم کا نشانہ بنالیتے ہیں، اول تو فیملی پلاننگ کے ذریعے سے ہی کام ختم کردیتے ہیں، تاکہ لڑکیاں پیدا ہو کر کل جاگیر کا حصہ دوسرے کے پاس نہ لے جائیں یا گدی نشین کی جھوٹی شان کسی کو داماد بنانے سے متاثر نہ ہو۔

ان بڑے زمینداروں اور نام نہاد روحانی گدی کے حامل پیروں کی زندگی پر نظر دوڑائیں تو ان کی شہوت رانیوں اور خرمستیوں کے سیاہ

باب ہر سو بکھرے نظر آئیں گے، یہ اپنے شرعی حق سے کہیں زیادہ وصول کرتے ہیں اور اپنی بیٹیوں کو ان کا شرعی حق دینے کو بھی تیار نہیں ہوتے، ان کی بیٹیاں والدین کے گھر کی دہلیز پر جوانی خاک میں ملاتی اور اپنے خاندان کی عزت کو بچاتی ہوئی قبر کی راہیں تکتی نظر آئیں گی۔
حیران کن بات یہ ہے کہ عورتوں کی شادی کے شرعی حق کو پامال کرنے کے لیے بھی قرآن جیسی مقدس کتاب کو استعمال کیا جاتا ہے، بیٹی جب جوان ہوتی ہے تو وڈیرا اور نام نہاد پیر ایک رسم ادا کرتے ہیں جو ''حق بخشوانے کی رسم'' کہلاتی ہے۔

ہوتا یوں ہے کہ لڑکی کے بالغ ہونے پر یہ ظالم اپنی برادری کے چیدہ چیدہ افراد کو جمع کر کے انہیں اطلاع دیتا ہے کہ اس کی فلاں لڑکی اپنے نکاح کا حق فلاں روز قرآن کو بخشے گی۔

مقررہ تاریخ اور وقت پر لڑکی کو خوب ہار سنگھار کر کے سرخ عروسی جوڑا پہنایا جاتا ہے، ہاتھوں پر مہندی لگائی جاتی ہے، ڈھولک پر گیت گائے جاتے ہیں، لڑکی کو گھونگھٹ نکال کر، گردن جھکا کر بوڑھیوں کے جلو اور سہیلیوں کے جھرمٹ میں بٹھایا جاتا ہے ہے، اس کے برابر میں ریشمی جزدان میں سجا ہوا قرآن رحل میں رکھا جاتا ہے، عود اور کافور سلگایا جاتا ہے، درباری ملا، لڑکی کے والدین کی موجودگی میں چند الٹے سیدھے جملے پڑھتا ہے، اور بڑی بوڑھیاں قرآن اٹھا کر دلہن کی جھولی میں رکھ دیتی ہیں، لڑکی قرآن کو اٹھا کر ہاتھ میں لیتی ہے اور اس کو بوسہ دیتی ہے، پھر بڑی بوڑھیاں دلہن سے کہتی ہیں کہ وہ اقرار کرے کہ اس نے اپنا حق قرآن کو بخش دیا اور اس طرح اکثر بزور یہ اقرار کرایا جاتا ہے۔

لوگ اٹھ کر ظالم وڈیرے اور مظلوم دلہن کو مبارک باد دیتے ہیں، شور وغل بپا ہوتا ہے، آنے والوں کی تواضع کی جاتی ہے، چوں کہ لڑکی قرآن کو اپنا حق بخش چکی ہوتی ہے اس لیے اس کی شادی کسی مرد سے حرام قرار دے دی جاتی ہے، اور اس کو قرآن کی مار کا خوف دلایا جاتا ہے کہ اگر تو نے شادی کا مطالبہ کیا تو قرآن کی پھٹکار پڑے گی اور قرآن تمہاری دنیا اور آخرت دونوں بگاڑ دے گا۔

سندھ کے بڑے بڑے زمینداروں کی بڑی بڑی حویلیوں میں اور پیر صاحبان کی گدیوں میں چند خوفِ خدا کے حامل اور انسانیت کے رمق رکھنے والوں کے علاوہ بیشتر حویلیاں اور گدیاں زندہ درگور بیٹیوں کی قبریں نظر آئیں گی۔'' [بحوالہ ہفت روزہ تکبیر ۲۹ جون ۱۹۹۵ء]
اس ظالمانہ رسم سے جہاں بے شمار لڑکیاں چلتی پھرتی لاشیں بن جاتی ہیں وہیں بعض اوقات اس ناانصافی کے ردِّ عمل میں لا تعداد برائیاں بھی جنم لیتی ہیں، اور زنا سے بھی آگے تک کی نوبت آجاتی ہے، اللہ محفوظ فرمائے، آمین۔

کیا ہے کوئی......؟

آج ہمارے معاشرے میں پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک کے تمام رسم ورواج غیر اسلامی ہیں۔ جو ہمارے معاشرے میں اپنی جڑ پکڑ چکے ہیں اور ہم آنکھیں بند کیے ان کی تقلید میں تباہی کے گہرے کنویں میں گرتے جارہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" مَنُ تَشَبَّهَ بِقَوُمٍ فَهُوَ مِنُهُمُ ۔" [سنن ابی داؤد: ۴۰۳۱]
''جو کسی قوم کی نقل اتارے گا وہ انھیں میں سے ہوگا۔''

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنُ كَانَ قَبُلَكُمُ شِبُرًا شِبُرًا وَذِرَاعًا ذِرَاعًا حَتّٰى لَوُ دَخَلُوُا جُحُرَ ضَبٍّ تَبِعُتُمُوُهُمُ قُلُنَا يَا رَسُوُلَ اللّٰهِ الْيَهُوُدَ وَالنَّصَارٰى؟ قَالَ: فَمَنُ ؟ "
[صحیح بخاری: ۳۴۵۶۔ صحیح مسلم: ۶/ ۲۶۶۹]
''تم لوگ اپنے سے پہلے لوگوں کی پیروی ایک ایک بالشت اور ایک ایک ہاتھ میں کرو گے، حتی کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی ایسا کرو گے، ہم نے کہا کہ جن کی پیروی کی جائے گی کیا وہ یہود ونصاریٰ ہیں؟ آپ نے فرمایا: کہ پھر کون؟''

ہم ویسے تو اپنے آپ کو اللہ کا بندہ، اور رسول ﷺ کا امتی کہلوانے میں بڑا فخر محسوس کرتے ہیں۔ لیکن ہمارا اٹھنا، بیٹھنا، سونا،

جاگنا، کھانا پینا، پہننا، اتارنا، عبادت کرنا، نذر ونیاز دینا، شادی بیاہ کرنا، سوگ وخوشی کرنا، غرض ہر کام میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کی نقالی اور ان کی اطاعت وفرماں برداری کرتے نظر آتے ہیں۔

کیا ہم ان کی ثقافت اپنانا پسند کرتے ہیں جنھوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا؟ کیا ہم ان کی تہذیب اپنانا پسند کرتے ہیں جنھوں نے ہمارے نبی ﷺ کے بارے میں گستاخیاں کیں؟ کیا ہم ان کا کردار اپنانا چاہتے ہیں جنھوں نے ہمارے قرآن کو لیٹرین میں بہا دیا؟ کیا ہم ان کی اطاعت کرنا پسند کرتے ہیں جنھوں نے ہمارے قرآن کو خلط ملط کرنے کی کوشش کی؟

کیا ہم ان کی فرماں برداری کرنا پسند کرتے ہیں جنھوں نے ہمارے نوجوان طلباء وطالبات کی رگ رگ میں فحاشی وعریانی، کفریہ نصاب اور جاہل کلچر ٹھونس دیا ......جنھوں نے ہمارے نوجوانوں کے ہاتھوں سے علمی وعملی تلواریں اور اخلاقِ حمیدہ کے اسلحے پھینکوا کر بیٹ وگیند، فحش وبے حیائی کی تلواروں کے ساتھ ساتھ راہ زنی وڈاکہ زنی ودہشت گردی کی کلاشنیں پکڑوا دیں......جنھوں نے ہمارے معصوم اور پھول جیسے بچوں کے ذہنوں میں جنسی سوالات ڈال دیئے۔

جنھوں نے ہماری مساجد کو مندروں میں بدل ڈالا ......جنھوں نے ہماری ماؤں، بہنوں کی عزتوں کو پامال کر کے ان پر تیل چھڑک کر آگ لگا دی ...... جنھوں نے ہمارے بوڑھوں، بچوں اور جوان بھائیوں، بیٹوں کو عقوبت خانوں میں اذیتیں دے دے کر معذور اور شہید کر ڈالا ...... جو عیسائیت، یہودیت اور ہندووانہ تہذیب وتمدن اور تعلیم وتربیت لیے اٹھ کھڑے ہوئے ...... اور اسلام اور مسلم قوم کو ختم کرنے اور ان کو وحشی، جانور، بلکہ ان سے بھی بدتر بنانے کے لیے میدان میں آ کھڑے ہوئے؟ بتاؤ...... ہاں بتاؤ!

لیکن اے مسلم قوم! اے خالق ومالک ورازق کے بندو! اے ختم الرسل نبی ﷺ کے امتیو! ذرا غور کرو...... کہ اس صورتِ حال میں اب ہمارا فرض کیا ہے؟

کیا ہے کوئی جو غیر مسلم رسم ورواج کا بائیکاٹ کرنے والا ہو؟ کیا ہے کوئی جو اسلامی ثقافت اپنانے اور دوسروں کو ترغیب دینے والا ہو؟ کیا ہے کوئی جو زخمی اسلام کو تحفظ دینے والا ہو؟ کیا ہے کوئی جو قرآن کی حفاظت کرنے والا ہو؟ کیا ہے کوئی جو ماؤں بہنوں کو عزت کی چادریں اوڑھانے والا ہو؟ کیا ہے کوئی جو مساجد کو مندروں میں بدلنے سے روکنے والا ہو؟ کیا ہے کوئی جو اپنے بندہ ہونے اور محمد ﷺ کا امتی ہونے کی لاج رکھ لے؟ کیا کوئی ہے جو اللہ کے اس فرمان کو مدنظر رکھے ''جو لوگ رسول (ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، انھیں اس بات سے خوف زدہ رہنا چاہیے کہ کہیں ان کو فتنہ یا دردناک عذاب نہ پہنچ جائے'' کیا ہے کوئی عمر رضی اللہ عنہ جرار؟ کیا ہے کوئی علی رضی اللہ عنہ حیدر کرار؟ کیا ہے کوئی اللہ کی تلوار؟ کیا ہے کوئی......؟ [ختم شد]



الاصلاح ڈائری شائع ہوگئی

محترم حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی حفظہ اللہ کے ادارہ مرکز ادارۃ الاصلاح پاکستان کی ترتیب شدہ ڈائری جس میں قمری تواریخ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ نیز اوقات نماز پنجگانہ روز بروز کے حساب سے طبع کیے گئے ہیں، شائع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہے۔ دیدہ زیب ڈائری دو سائزوں میں دستیاب ہے۔

رابطے کے لیے

① ......قاری محمد عزیر
خطیب جامع مسجد اقصیٰ اہل حدیث
۹۷۔ایف گلشن راوی لاہور۔فون 7410587

② ...... پروفیسر ڈاکٹر محمد مزمل احسن شیخ
[خطیب جامع مسجد مزمل اہل حدیث بند روڈ، لاہور]

مکتبہ محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

فہرست اردو کتب

۰۴ء۲۹۷ ڈاکٹر اسرار احمد

ا۳۸۷ق قرآن اور امن عالم، ص:۲۰، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور۔س،ن

۰۴ء۲۹۸ ڈاکٹر اسرار احمد

ا۳۸۷ق قربِ الٰہی کے دو مراتب، ص:۹۶، تنظیم اسلامی، خدام القرآن لاہور۔س،ن

۰۴ء۲۹۷ ڈاکٹر اسرار احمد

ا۳۸۷م سابقہ اور موجودہ مسلمان امتوں کا ماضی، حال اور مستقبل اور مسلمانانِ پاکستان کی خصوصی ذمہ داری، ص:۱۷۶، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ۱۹۹۳ء

۰۴ء۲۹۷ ڈاکٹر اسرار احمد

ا۳۸۷ن نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں، ص:۴۰، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ۱۹۷۷ء

۰۴ء۲۹۷ اسرار عالم

ا۳۸۷ی یَاسَارِیَ الْجَبَلَ! کیا دجال کی آمد آمد ہے؟ ص:۹۶، دار العلم نئی دہلی ۱۹۹۹ء

۰۴ء۲۹۷ محمد سہیل اسلم

ا۴۱پ پردہ کی اہمیت، ص:۱۲، مدرسہ تجوید القرآن للبنات چوک برف خانہ لاہور۔س،ن

۰۴ء۲۹۷ محمد عبید اللہ الاسعدی

ا۳۹ا اسلام مکمل دین مستقل تہذیب، ص:۴۰۰، المکتبۃ الاشرفیہ جامعہ اشرفیہ لاہور۔س،ن

۰۴ء۲۹۷ علامہ اسلم جیراجپوری

ا۴۱ن نوادرات، ص:۳۹۹، ادارہ طلوعِ اسلام، رابسن روڈ کراچی۔س،ن

۰۴ء۲۹۷ محمد اسماعیل ولد مولوی محمد صدیق صاحب

ا۴۲ص صحبت کی تاثیر، ص:۴۸، نسیم بک ڈپو حافظ آباد (مجموعہ ۷ کتب)

2- گلزار معرفت، حاجی محمد امداد اللہ، ص:۳۲، خان بہادر حاجی محمد وجیہ الدین ایم۔ بی۔ ای، سی۔ ٹی۔ آرمس اینڈ امیونیشن کراچی۔س،ن

3- شاہ ولی اللہ اور تقلید، حافظ محمد علی صدیقی کاندھلوی، ص:۵۶، محمد اکرم مالک افتخار انڈسٹری سیالکوٹ۔س،ن

4- گناہ بے لذت، مفتی محمد شفیع، ص:۸۰، دار اشاعت کراچی۔س،ن

5- آئینہ صدقت، مولانا فیروز دین صاحب، ص:۱۳۱، ادارہ تبلیغ القرآن کراچی ۱۹۵۵ء

6- اقامۃ البرہان علی اہل الطغیان، قاضی نور محمد، ص:۱۱۶، تسنیم کمپنی گوجراں والا۔س،ن

7- سبیل الرشاد، محمد وجیہ الدین، ص:۶۴، جامع مسجد کلیئن روڈ کراچی۔س،ن

۰۴ء۲۹۷ حضرت میر محمد اسماعیل

ا۴۲م مغفرت الٰہی کے نظارے، ص:۲۹، ناشر چوہدری عبدالمجید لاہور۔س،ن

۰۴ء۲۹۷ الفاظ القرآن

ا۴۵ا مولانا اشرف علی تھانوی، ص:۸۷، سجاد پبلشرز لاہور ۱۹۶۹ء

۰۴ء۲۹۷ مولانا اشرف علی تھانوی

ا۴۵ت تعلیم الدین، ص:۱۱۹، اسلامی جمہوریہ پاکستان کراچی ۱۹۸۱ء

۰۴ء۲۹۷ مولانا اشرف علی تھانوی

ا۴۵ت تسہیل المواعظ، ج:ا، ص:۴۶۸، وقار پبلشرز اردو بازار لاہور۔س،ن

۲۹۷ء۰۴ مولانا اشرف علی تھانوی

۴۵۵ا گ گناہوں کا بدلہ دنیا میں،ص:۸۰، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔س،ن

۲۹۷ء۰۴ مولانا اشرف علی تھانوی

۴۵۵ا ت التبلیغ وعظ نمبر۱۴۳ مسمی بہ الکاف،ص:۳۷، مالک اشرف المطابع تھانہ بھون۱۳۵۳ھ

۲۹۷ء۰۴ مولانا اشرف علی تھانوی

۴۵۵ا ت التبلیغ وعظ نمبر۱۴۲ مسمی بہ الاتمام النعمۃ الاسلام حصہ اوّل، ص:۶۰، مالک اشرف المطابع تھانہ بھون۱۳۵۳ھ

۲۹۷ء۰۴ مولانا اشرف علی تھانوی

۴۵۵ا ت التبلیغ وعظ ۱۴۵ مسمی بہ الاتمام النعمۃ الاسلام دوسرا حصہ، ص:۲۸، مالک اشرف المطابع تھانہ بھون۱۳۵۴ھ

۲۹۷ء۰۴ مولانا اشرف علی تھانوی

۴۵۵ا ت التبلیغ وعظ ۱۴۲ مسمی بہ اسلام الحقیقی، ص:۹۴، مالک اشرف المطابع تھانہ بھون۱۳۵۳ھ

۲۹۷ء۰۴ مولانا اشرف علی تھانوی

۴۵۵ا م محاسن اسلام، ص:۵۵۹، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان۱۴۰۲ھ

۲۹۷ء۰۴ مولانا اشرف علی تھانوی

۴۵۵ا م ملت ابراہیم ص:۸۰، مکتبہ اشرفیہ بیت الحمد ٹنڈو اللہ یار۔ س،ن

۲۹۷ء۰۴ محمد اشرف

۴۵۸ا پ وفاقی کونسل کی خصوصی کمیٹی رپورٹ پر اختلافی نوٹ، ص:۴۰،مجلس شوریٰ پاکستان،منصورہ ملتان روڈ۔ لاہور

۲۹۷ء۰۴ محمد اشرف

۴۵۸ا ت تنبیہ،ص:۲۲۴،نوری بک ڈپو لاہور۔س،ن

۲۹۷ء۰۴ امین احسن اصلاحی

۵۱۸ا ت تنقیدات،ص:۲۷۴،اسلامک پبلیکیشنز لاہور۱۹۷۸ء

۲۹۷ء۰۴ علامہ اقبال احمد فاروقی

۶۰ا ف فکر فاروقی،ص:۶۲۴، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور۲۰۰۶ء

۲۹۷ء۰۴ پروفیسر مولوی محمد شفیع

ش۸۵م مقالات دینی وعلمی (حصہ اوّل) ص:۲۶۰، دین محمدی پریس لاہور۱۹۶۰ء

۲۹۷ء۰۴ محمد افتخار کھوکھر

۵۶۵ا اسلامی معاشرہ میں ادیبوں اور صحافیوں کا کردار،ص:۱۴، دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی۔ یونیورسٹی اسلام آباد۱۹۹۲ء

۲۹۷ء۰۴ ڈاکٹر سید محمد اقبال

۶۰۱ا اسلامی انقلاب۔ کارگر قوتیں اور تدریجی مراحل، ص:۶۸،تنظیم انقلاب اسلامی پاکستان کراچی۔س،ن

۲۹۷ء۰۴ علامہ محمد اقبال

۶۰۲ا د دین اور آئین،ص:۲۴،مکتبہ ملی کراچی۔س،ن

۲۹۷ء۰۴ ابو یوسف عبدالرحمٰن حافظ امام الدین

۶۷ا ف فکری جنگ اور اس کی خفیہ صورتیں، ص:۲۰، مکتبہ الفرقان امارات العربیہ عجمان۲۰۰۴ء

۲۹۷ء۰۴ فقیر صدیق، دیندار چن بسویشور

ص۵۴د دعاء،ص:۱۶۰، پاک اکیڈمی کراچی۔س،ن

۲۹۷ء۰۴ اکابر قوم

۶۲ا اکبر شاہ خان نجیب آبادی،ص:۴۸، پاک اکیڈمی آرام باغ کراچی۱۹۸۳ء۔(مجموعہ ۴ کتب)

2- انسان اور قرآن، ص:۵۶، محمد نذیر مسلم، ادارہ صوت الاسلام رحیم یار خان۔س،ن

3- قدم قدم روشنی،ص:۱۶۷،حکیم محمد یعقوب اجملی ہفت روزہ عوامی ترجمان کراچی۔س،ن

4- میثاق خلاق،ص:۶۰، امیر حمزہ بن نذیر احمد، مکتبہ الفرقان غازی آباد لاہور۔س،ن



مولانا ابوبکر صدیق السّلفی کے لیے دعائے صحت:

مولانا ابوبکر صدیق السّلفی صاحب (صدر دارالدعوۃ السّلفیہ لاہور وخطیب جامع مسجد نجم اہل حدیث احاطہ تھانیدار لاہور) ان دنوں شدید علیل ہیں۔۲۱ مارچ ۲۰۰۸ء سے گنگارام ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔احباب موصوف کے لیے دعائے صحت فرمائیں۔

اللھم اشفہٖ شفاءً کاملاً عاجلاً ۔ [ادارہ]

دعائے صحت کی درخواست:

ایک دینی اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے راقمہ کی والدہ محترمہ ام ہانی فاطمہ ابراہیم خلیل منصور پوری ناظمہ مکتب علم وتربیت (شعبہ خواتین) کوٹ رادھاکشن اچانک علیل ہوگئیں۔احباب سے دعائے صحت کی مخلصانہ اپیل ودرخواست ہے۔اللہ ہمارے تمام بیماروں کو صحت کاملہ سے نوازے، آمین۔ [منزہ ابراہیم بنت مولوی محمد ابراہیم منصور پوری]

دعائے مغفرت:

حافظ محمود احمد صاحب (مدرس مرکز الدعوۃ السّلفیہ ستیانہ بنگلہ فیصل آباد) کی والدہ محترمہ ۲۰ مارچ ۲۰۰۸ء کو وفات پاگئیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔مرحومہ کی نماز جنازہ مولانا عتیق اللہ سلفی صاحب نے پڑھائی۔مولانا محمد عبداللہ امجد چھتوی ودیگر علماء بھی شریک جنازہ تھے۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ [قاری ذکاء اللہ حافظ آبادی]

حاجی محمد عثمان صندل کی رحلت:

حاجی محمد عثمان صندل (سرپرست جامعہ رحمانیہ، ناصر روڈ سیالکوٹ) ۳ دسمبر ۲۰۰۷ء وفات پاگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم جذبہ دین وعلم کے شناور، متواضع، متحمل وبردبار شخصیت کے مالک تھے۔انھوں نے خدمت دین حنیف کو خاموشی سے انجام دیا اور اپنے مال، وقت اور توجہات سے بڑی خدمت کی۔جامعہ رحمانیہ کے اچھے برے حالات میں اس کا خوب ساتھ نبھایا۔سالہا سال تک تادمِ مرگ اس سے منسلک رہے۔ادارے کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی جانباز صاحب ودیگر احباب کے بڑے اچھے ساتھی تھے۔ دعا ہے اللہ کریم مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے، آمین۔ [حافظ محمد اشتیاق شاہد وانتظامیہ جامعہ ہذا]

انتقال پر ملال:

۱۳ مارچ بروز جمعرات میاں محمد افضل صاحب کی والدہ محترمہ انتقال کرگئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔مرحومہ دیندار، شب زندہ دار اور اخلاق وکردار میں بلند مقام رکھتی تھیں۔اُن کی نماز جنازہ حافظ ابتسام الٰہی ظہیر نے پڑھائی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔ [حافظ عبدالرحمٰن نعیم]

مولانا عبدالقیوم وفات پاگئے:

مولانا عبدالقیوم صاحب ناظم جامعہ تعلیم القرآن سمندری ضلع فیصل آباد ۱۹ مارچ ۲۰۰۸ء بروز منگل وفات پاگئے۔احباب سے گزارش ہے کہ مرحوم کی مغفرت کی دعا فرمائیں۔ [ابوالاحتشام حمزہ طور گوجراں والا]